ذَوَالُ السِّنَة عَنْ أَعْمَالِ السَّنَة

سال بھر کے

مسنون اعمال

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ اسلامیات
۱۹۰ - انارکلی ○ لاہور

زوال السِّنۃ

عن

اعمال السَّنۃ

یعنی

سال بھر کے

مسنون اعمال

از

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	تمہید	۴	۱۸	تار کے ذریعہ اطلاع	۳۰
۲	محرم الحرام	۵	۱۹	شوال	۳۲
۳	صفر المظفر	۸	۲۰	عید الفطر کی نماز	۳۳
۴	ربیع الاوّل	۹	۲۱	صدقۂ فطر	۳۴
۵	ربیع الثانی	۱۰	۲۲	شش عید کے روزے	۳۴
۶	گیارہویں شریف کا حکم	۱۱	۲۳	حج کے فضائل	۳۵
۷	جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ	۱۳	۲۴	ذیقعدہ	۳۶
۸	رجب	۱۳	۲۵	ذی الحجہ	۳۷
۹	شعبان	۱۵	۲۶	عید الاضحیٰ کی نماز	۳۷
۱۰	شب برات کے فضائل	۱۶	۲۷	قربانی کا طریقہ اور احکام	۳۸
۱۱	رمضان المبارک	۲۲	۲۸	حج سے متعلق احکام	۴۰
۱۲	روزہ کے احکام	۲۲	۲۹	ذی الحجہ کے روزے	۴۱
۱۳	سحری کے احکام	۲۳	۳۰	تہواروں کی خرید وفروخت کے احکام	۴۳
۱۴	افطار کے احکام	۲۳	۳۱	مہنگائی اور قحط کے اسباب	۴۶
۱۵	تراویح	۲۴	۳۲	وباؤں اور مصیبتوں کے اسباب	۴۹
۱۶	صدقۂ فطر	۲۵	۳۳	محشر کے بعض مسائل	۵۳
۱۷	رویت ہلال	۲۶	۳۴	مرض کے احکام	۵۶
			۳۵	مصیبتوں کے اسباب اور ان کا علاج	۶۰

تمہید

زوال السنہ عن اعمال السنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ صحیفہ شہیرہ الامداد کے اخیر میں بالالتزام ایک مضمون الاحکام الوقتیہ کے مناسب احقر ہوتا ہے جو اکثر تو اسی ماہ کے اعمال پر مشتمل ہوتا ہے اور کبھی اس وقت کی کسی خاص حالت سے متعرض ہوتا ہے چونکہ اس وقت تک کہ اس کے اجراء کو دو سال ہو گئے ہیں۔ اس کے چوبیس[1] پرچے تمام شہور کے ضروری احکام کو شامل ہیں مگر ان سے وہی حضرات منتفع ہوتے ہیں جن کے پاس کل پرچے مجتمع ہوں اور ضرورت ان کی عام ہے اس لیے مصلحت معلوم ہوئی کہ ان سب

---

[1] ہر چند کہ رسالہ ہذا کی ترتیب کے وقت جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ کے پرچے تیار نہ تھے لیکن ان کے احکام وقتیہ کا مضمون چونکہ اس رسالہ میں مقصود ہے تیار تھا اس لیے ان کی تیاری کو مثل پرچوں کی تیاری اور پورے دو سال کی مدت کو کسر کا اعتبار نہ کر کے دو سال قرار دیا گیا۔ ۱۲ منہ

کو ایک جگہ بصورت ایک رسالہ کے جمع کر دیا جاوے تاکہ اس کے مستقلاً شائع ہونے سے نفع اس کا عام ہو اس لیے ان کا مجموعہ بشکل رسالہ لا کر نام اس کا **زوال السنّہ** (بکسر السین یعنی دفع الغفلۃ) **عن اعمال السنّہ** (بفتح السین بمعنی الحول) رکھا جاتا ہے۔ چونکہ ان میں مضامین غیر مخصوص بالشہور بھی بے حد نافع تھے اس لیے تبعاً ان کو بھی بعد احکام شہور کے ملحق کر دیا گیا۔ کہیں کہیں بضرورت تقدیم و تاخیر یا قلم سے ترمیم و تغییر یا اضافہ و تلخیص بھی کیا گیا ہے۔ واللہ موفق۔

اشرف علی

آخر ربیع الاول

۱۳۳۵ھ

مضامین مخصوصہ بالشہور

محرم الحرام

نمبر ۱: محرم کے اعمال میں صرف دو حدیثوں میں دو عمل وارد ہیں ایک عاشورہ کا روزہ اور دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس روز اپنے گھر والوں پر کھانے پینے کی فراخی رکھے۔ سال بھر تک اس کی روزی میں برکت رہتی ہے اور جب اس کھانے میں فراغت ہوگی تو اگر اس میں سے کچھ محتاجوں غریبوں کو بھی دیدیا جاوے تو کچھ حرج نہیں۔ لیکن اب جو لوگوں نے رسم اپنی طرف سے گھڑ لیے ہیں وہ سب فضول اور واہیات اور گناہ کی باتیں ہیں۔

نمبر ۲: بہت لوگ ان دنوں میں تعزیہ بناتے ہیں اور بعضے اس کو اس قدر ضروری خیال کرتے ہیں کہ اگرچہ گھر میں کھانے کو نہ ہو یا بالکل بھی گنجائش نہ ہو بلکہ قرض ہی لینا پڑے خواہ کچھ بھی ہو مگر تعزیہ ضرور بنے۔ خود تعزیہ کا بنانا ہی بہت بڑا گناہ ہے اور بعض کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں حضرات حسنین کربلا تشریف لاتے ہیں اور اسی لیے تعزیوں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اُن کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ اُن پر عرضیاں لٹکاتے ہیں یہ سب شرک ہے۔

نمبر ۳: بعض تعزیہ تو نہیں بناتے لیکن مرثیہ یا شہادت نامہ ضرور پڑھتے ہیں اور پھر اُس کو پڑھ کر روتے چلاتے ہیں جو شریعت میں مصیبت کے وقت قصد کرکے رونا درست نہیں۔ نیز مرثیوں اور شہادت نامہ کی اکثر روایات بالکل موضوع اور غلط ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ مجمع التزام اس کا ناجائز ہے۔

نمبر ۴: تعزیہ کے ساتھ باجے بجاتے ہیں۔ اُس کے دفن کرنے کی جگہ کو زیارت گاہ سمجھتے ہیں۔ مرد و عورت آپس میں بے پردہ ہو جاتے ہیں۔ نمازیں غارت کرتے ہیں ان سب اُمور کی بُرائی ہر مسلمان جانتا ہے۔

نمبر ۵: بعض لوگ ان ایام میں شربت پلاتے ہیں اور اس میں اُن کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اس سے شہیدوں کی پیاس بجھے گی کیونکہ وہ پیاسے شہید ہوئے تھے تو سمجھنا چاہیئے کہ اُن کے پاس شربت نہیں پہنچتا بلکہ اگر خلوص سے شریعت کے موافق ہوتا تو ثواب پہنچتا اور ثواب گرم اور ٹھنڈی چیز کا یکساں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ گرم شے کا ثواب بھی گرم ہو اور ٹھنڈی شے کا ثواب ٹھنڈا ہو اور پھر طرہ یہ کہ خواہ سردی ہو خواہ برسات خواہ گرمی چاہیے کوئی بیمار ہو جائے مگر شربت ضرور ہو۔

نمبر ۶: بعض شہروں میں اس تاریخ میں روٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور ان کی تقسیم کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ چھتوں کے اوپر کھڑے ہو کر روٹیاں پھینکتے ہیں جن سے کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں آتی ہیں اور اکثر زمین سے گر کر پیروں میں روندی جاتی ہیں۔ جس سے رزق کی بے ادبی اور گناہ ہونا ظاہر ہے۔ حدیث میں اکرام رزق کا حکم اور اس کی بے احترامی پر وبالِ سلبِ رزق آیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور رزق برباد مت کرو۔

نمبر ۷ :- اور بعض عورتیں کھچڑے کی پابندی کرتی ہیں۔ اصل اس کی صرف وہ تھی جو کہ در مختار میں لکھی گئی ہے۔ شاید کسی نے یہ سمجھ کر کہ کھچڑے میں اناج آجاتے ہیں کھچڑا پکالیا ہوگا۔ مگر اب اس کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ نماز قضا ہو جائے مگر یہ قضا نہ ہو۔ سو ایسا اصرار بدعت ہے۔ نیز اکثر ان امور میں خلوص بھی نہیں ہوتا اور یہی نیت ہوتی ہے کہ لوگ کہیں گے کہ ایک سال بیکار رہ گئے۔ اس لیے اگر یہ بدعت بھی نہ ہوتا تب بھی ثواب کچھ نہ ملتا۔

نمبر ۸ :- بعض جہلا ان ایام میں اپنی اولاد کو حضرت امام حسینؓ کے نام کا فقیر بناتے ہیں۔

نمبر ۹ :- بعض ان ایام میں لنگر وغیرہ سامان تقسیم کرتے ہیں۔

نمبر ۱۰ :- بعضے ان ایام میں شادی کرنے کو برا سمجھتے ہیں۔ بجز دو امر مذکورہ سب واجب الترک ہیں۔

نمبر ۱۱ :- بعض اس بچے کو جو محرم میں پیدا ہوئے منحوس سمجھتے ہیں یہ بھی غلط عقیدہ ہے۔

تنبیہ

احقر اشرف علی اس سے قبل محرم کی دسویں تاریخ کے تنہا روزہ کی استحباب کا فتویٰ دیتا تھا۔ در مختار کی روایت پر مطلع ہو کر اس سے رجوع کرتا ہے اور اب فتویٰ دیتا ہے کہ دسویں کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا بھی روزہ رکھے تو مستحب ہے اور دسویں کا مکروہ ہے اس کو میں نے اپنے رسالہ ترجیح الراجح کے حصہ چہارم میں بھی درج کر دیا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک (ترجیح الراجح)۔

صفر المظفر

نمبر ۱: بعض صفر کو تیرہ تیزی کہتے ہیں اور اس کو نامبارک جانتے ہیں۔

نمبر ۲: اور بعض جگہ تیرھویں تاریخ کو کچھ گھونگنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں کہ اس کی نحوست سے حفاظت رہے۔ یہ اعتقاد شرع کے خلاف اور گناہ ہیں۔

نمبر ۳: بعض مقامات پر صفر کے آخری چہار شنبہ کو تہوار مناتے ہیں اور ایک عیدی بھی نا دیتے ہیں جس کا یہ مضمون ہے:-

آخری چہار شنبہ آیا ہے ۔۔۔ غسل صحت نبی نے پایا ہے

اور مکتبوں میں چھٹی بھی ہوتی ہے۔ سو یہ سب ایجاد فی الدین ہے۔

لطیفہ:- ایک نواب زادہ نے اپنے معلم سے جو کہ محقق تھے اس تاریخ میں عیدی مانگی۔ انہوں نے عیدی کے پیرایہ میں اس رسم کی خوب نفی کی

آخری چہار شنبہ ماہ صفر ۔۔۔ ہست چوں چہار شنبہ ہائے دگر

نہ حدیثے شدہ دراں وارد ۔۔۔ نہ دروے عید کرد پیغمبر

اضافہ بر مضمون سابق

بعض کتب تصوف میں ایک حدیث لکھی ہے کہ من بشرنی بخروج صفر بشرتہ بالجنۃ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ کو ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے گا میں اس کو جنت کی بشارت دوں گا۔ آہ! اس سے بعض نے اس ماہ کی نحوست پر استدلال کیا ہے مگر یہ دلیل ثبوتاً و دلالتاً دونوں

ارجا تمدد کش ہے یعنی نہ تو یہ حدیث مستند ثابت ہے اور نہ یہ اس مضمون پر دال ہے اس کا مدلول بر تقدیر قطع نظر از عدم ثبوت یہ ہے کہ آپ کی وفات ماہ ربیع الاوّل میں ہونے والی تھی اور آپ لقاء اللہ سبحانہٗ بالموت کے مشتاق تھے اور اس وجہ سے ربیع الاوّل کی ابتداء اور صفر کے انقضاء کی خبر کا آپ کو انتظار تھا پس اس خبر کے لانے پر آپ نے بشارت کو مرتب فرمایا۔ چنانچہ کتب تصوف میں اسی مقصود کے اثبات و تائید کے لیے اس کو وارد کیا ہے۔ بہر حال نہ یہ دلیل ثابت ہے اور نہ اس کی دلالت ثابت پس دعویٰ نحوست منعدم و منہدم ہو گیا۔

ربیع الاوّل

اس ماہ مبارک کی یہ فضیلت کافی ہے کہ یہ زمانہ ہے تولد شریف حضور پر نور سید بنی آدم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جس قدر زیادہ فضیلت کسی زمانہ کی ہوتی ہے اُس زمانہ میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا عند اللہ والرسول اُسی قدر زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے اور حدود وادلہ تجاوز کرنے کا معیار صرف علم ہے ان حدود کا جو بواسطہ ادلہ ادلہ شرعیہ یعنی کتاب و سنّت و اجماع و قیاس مجتہد مقبول الاجتہاد عند اکابر الامت کے اور ان ادلّہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس ماہ مبارک میں جو بعض اعمال بعض عوام میں رائج و شائع ہو گئے ہیں مثل اہتمام انعقاد مجلس مولود شریف بہ تخصیصات معروفہ و قیود مشہورہ خصوص بالتزام دیگر منکرات و مثل اختیار عید میلاد یہ سب منجملہ افراد تجاوز عن الحدود الشرعیہ کے ہیں۔ پس لامحالہ غیر مرضی عند اللہ والرسول ہونے البتہ حدود کے اندر رہ کر ذکر مبارک رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم منجملہ اعظم البرکات و

اصل القربات ہے کہ کسی مومن کو خصوصیت سے ساعی فی اتباع السنت کو اس میں کلام نہیں ہو سکتا۔ اگر ان منکرات مذکورہ سے متعلق دلائل اور اس ذکر مبارک کے مشروع طریقہ کے اور خود متعدد بحصہ سیر و سوانح نبویہ کے معلوم کرنے کا شوق ہو تو رسائل ذیل ضرور ملاحظہ فرمایئے کہ حق بالکل واضح اور التباس بالکل زائل ہو جاوے گا۔

نام رسائل یہ۔ طریقہ مولد شریف۔ النور۔ الظہور۔ السرور۔ نشر الطیب اور بالتحقیق کسی عمل پر یا کسی عمل کے متعلق بدلیل کسی حکم لگانے والے پر کوئی حکم لگانا معذرت ہے۔

اضافہ

رسائل بالا کے ساتھ دو رسالے اور ملاحظہ کے قابل ہیں۔ الحبور۔ الشذور

ربیع الثانی

اس ماہ میں ایک عمل مروج گیارہویں کا ہے جس میں چند امور قابل تحقیق ہیں۔

اول اس عمل کی حقیقت سو عوام حال کے موافق یہ عمل حضرت غوث اعظمؒ کے ایصال ثواب کے لیے مروج ہوا ہے اور احقر نے چند ثقات سے سنا ہے کہ یہ عمل خود حضرت قدس سرہ کا تھا جس سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب ایصال فرماتے تھے اور چونکہ کوئی روایت حضرت قدس سرہ کی وفات گیارہویں تاریخ میں واقع ہونے کی نہیں چنانچہ ایک قول ربیع الآخر کی نو تاریخ کا ہے اور ایک قول سترہ تاریخ کا ہے اور شیخ دہلوی نے ما ثبت بالسنۃ میں اول کو راجح اور دوسرے کو بے اصل کہا ہے اور اہل اعراس کی عادت تاریخ کی رعایت کی ہو رہی ہے سو اول تغیر تو اس عمل میں باوجود دعوے

محبت و تبرکاً ان کے بزرگوں نے یہ کیا ہے۔

امر دوم :۔ "اس عمل میں عقیدت" اس عمل کے اکثر عاملین کا یہ اعتقاد ہے کہ اس عمل سے حضرت قدس سرہٗ کی روح خوش ہو کر ہماری حاجات دنیویہ مالیہ و نفسیہ مثل ترقی معاش وحفظ النفس والاولاد میں ملاقات میں امداد فرمادے گی۔ نیز بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے ناغہ کرنے سے حضرت کی روح مبارک ناخوش ہوگی اور اس سے کسی آفت میں مبتلا ہو جاوے گا اور ایسے اعتقادات کا بوجہ استلزام اشتراک و استقلال فی التصرف نقلاً و عقلاً منکر ہونا ظاہر ہے۔ اسی طرح یہ اعتقاد ہے کہ تعیین تاریخ کی شرط ہے خاص ثمرات مقصودہ کی اور غیر لازم کو لازم سمجھنا۔ ظاہر ہے کہ خود تجاوز ہے حدود شرعیہ سے اور بعض مخلصین جو ایسے تعیینات کی کچھ اصلیں بیان کیا کرتے ہیں سو تحمیل محض و تعمل محبت ہے۔ چنانچہ شیخ دہلوی نے بعض متاخرین مشائخ سے اول کچھ نقل کیا پھر شیخ متقی کے قول سے اس پر استدراک فرمادیا کہ لم یکن فی زمن السلف شئ من ذلک۔

امر سوم :۔ "اس عمل میں نیت" ان عاملین میں کل یا اکثر کی نیت اغراض مصالح دنیویہ کی درستی ہوتی ہے حالانکہ طاعت مالیہ کے ایصال ثواب کا حاصل باعتبار ابتداء کے صدقہ ہے کہ کچھ مال کسی مسکین پر تصدق کیا اور باعتبار انتہاء کے ہدیہ ہے کہ اس تصدق کا ثواب کسی کی روح کو پہنچا دیا جیسا کہ خود وہ میت کچھ صدقہ دیتا اور اس کا ثواب اس کے پاس ذخیرہ ہو جاتا اور صدقہ و ہدیہ دونوں نیت مذکورہ سے منافی ہیں۔ مثلاً اگر خود حضرت اقدس سرہٗ کسی کو کچھ صدقہ دیتے تو کیا آپ کا مقصود دنیا ہوتی یا محض ثواب ہوتا۔ آپ کی شان تو بہت ارفع ہے ادنی درجہ کا اخلاص بھی کسی ہو گا وہ اطاعت میں دنیا کو مقصود نہیں بنا سکتا یہ تو صدقہ

کے پہلو میں نظر تھی۔ اب ہدیہ کے پہلو کو دیکھ لیا جاوے اگر حضرت قدس سرہٗ زندہ ہوتے اور آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرتا تو کیا آپ سے دنیا کا کوئی کام نکالنے کی نیت سے ہوتا یا محض محبت اور حضرت کا طیب خاطر خوش کرنے کے لیے ہوتا پھر اب اس نیت کو کیوں بدلا جاتا ہے اور اس نیت کے ہوتے ہوئے حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ محبت و خلوص کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

امر چہارم :- "اس عمل کی ہیئت"۔ بجائے مساکین کے اپنے گھر والوں کو یا اغنیا کو حصہ تقسیم کیا جاتا ہے جس سے صاف شبہ ہوتا ہے کہ ایصال ثواب مقصود ہی نہیں بعض خاص ہیئات کو اغراض مقصودہ میں دخیل ہونے میں کافی سمجھا جاتا ہے۔ خاص تعینات مثل تخصیص الطعام و تخصیص تعداد فلوس یا دو بیوں کو ضروری سمجھتے ہیں جن کا اول بے اصل ہونا اور ثانیاً مزاحم احکام شرعیہ ہونا ظاہر ہے۔ بعضے اُن الطعام کے احترام میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی چیز کا اس سے عشر بھی احترام نہیں کرتے کیا اس کو غلو نہ کہا جاوے گا۔ یہ تفریطات تو عوام کی تھیں۔

امر پنجم :- "اس امر میں بعض خواص کی زلت" بعض مشتغلین بالباطن اس عمل کے اشتغال سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان حضرات کی ارواح ہم سے خوش ہو کر مقاصد سلوک میں امداد کریں گی اور فیوض باطنی پہنچا دیں گے سو اس میں بھی مثل امر دوم کے مخدور اعتقاد استقلال فی التصرف کا لازم ہے اور اس میں جو تاویلیں محتمل ہیں ان سب کی تحقیق تتمہ تالیفات امداد الفتاویٰ کے صفحہ ۸ تا ۱۴ میں تحریر کر دی گئی ہے جو قابل ملاحظہ ہے اس امر پنجم اور امر دوم میں بجز اس کے کہ وہاں مقاصد دنیوی اور یہاں دینی ہیں اعتقادی حالت میں کچھ تفاوت نہیں جو اصل منشا

سے احتیاط کا۔

رفع شبہ

اس سے اصل عمل پر انکار کا گمان نہ کیا جاوے۔ اگر کوئی مخلص عقیدہ بھی درست رکھے اور نہ عمل کو لازم سمجھے نہ اس کی کسی قید کو اور حضرت کو متصرف بالاستقلال قرار دے نہ تاریخ کی تعیین کرے نہ اطعمہ وغیرہ کی اور مقصود صرف حضرت کی محبت اور آپ کے دینی احسانوں کے صلہ میں آپ کو ثواب بخشنا ہو تاکہ آپ کو ترقی مدارج قرب کا نفع ہو پھر اس خدمت ثواب رسانی پر حق تعالیٰ جو چاہے نعمت دے دے جس میں حضرت کے علم و تصرف کو دخل ہی نہ ہو۔ ایسے شخص کو اس کی اجازت ہے اور اس کے ساتھ ہی مصلحت شرعیہ یہ ہے کہ ایسی بات سے احتیاط رکھے جس سے ظاہر بینوں کو شبہ اور سند ہو سکے۔ یعنی اول تو کسی پر اس کا اظہار نہ کرے اور نفل اطاعت دینے بھی خفیہ افضل ہے دوسرے اگر مخفی نہ رہ سکے تو اس کا مروج نام گیارھویں نہ رکھے۔ ثواب رسانی مناسب ادب ہے اور حقیقت پر دلالت کرنے کے لیے کافی عنوان ہے۔ لہٰذا مزید تحقیق اس مسئلہ میں رسالے اعلیٰ حضرتؒ کے جزو ثانی ملحقہ بر المعتبر لا الامداد میں ملاحظہ ہو۔

عہ یہ رسالہ حسن العزیز کے تیسرے حصے میں مطبوعہ ہے۔

جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ

ان مہینوں کی خصوصیت سے کوئی خاص عمل وارد نہیں۔

رجب

اس ماہ کی ۲۷ میں یہ اعمال مروج ہیں:-

نمبر۱:- روزہ جس کی روایت پر شیخ دہلوی نے ماثبت بالسنۃ میں بحث جرح کی ہے صرف ایک روایت کو جو کہ ابوہریرہؓ سے موقوفاً وارد ہے جس میں اس روزہ کو برابر ساٹھ ماہ کے روزوں کے کہا گیا ہے، شیخ نے سب سے امثل اور غنیمت کہا ہے لیکن پھر بھی ختم روایت پر یہ فرمایا: فھذا الحدیث ذکرت فیہا خصوص عن ناس کلکبا وذمتہم منہما علیہما ما کالوا شیئی وغایۃ الضعف وجعلہا موضوع۔ مگر شیخ ہی نے ایک حدیث بروایت ابن ابی شیبہ و طبرانی حضرت خرشہ سے نقل کی کہ حضرت عمرؓ روزہ رجب پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے اور جبراً کھانے میں ڈلواتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ماہ جاہلیت میں معظم تھا اسلام میں متروک ہو گیا۔ غیر اگر کوئی روزہ رکھا سکے تو اس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد و سمجھے۔ دوسرے اس کو ہزاری یعنی ہزار روزہ کے برابر ثواب میں یا نسبتہ کہ اس میں منقول کی تغییر ہے۔ تیسرے اس کو حدیث سمجھ کے بنا رکھے۔ ثابت ہے غایت ضعیف کہہ کے اور اس کو بھی کسی فقیہ سے تحقیق کر لے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے بیان فضیلت اور حضرت عمرؓ کی ممانعت

میں علماء کس کو ترجیح ہوگی۔

نمبر۲:۔ رجب یعنی اس کو معراج شریف کی تاریخ سمجھ کر اس میں اس کا بیان کرنا یہ بھی بناء الواقع علی غیر الواقع ہے کیونکہ شیخ دہلوی نے ماثبت بالسنۃ میں اس تاریخ میں وقوع معراج ہی کا انکار کیا ہے بلکہ رمضان کی یا ربیع الاول سنہ نبوت کی ۲۷ تاریخ کو منقول کہا ہے اور بعض نے ربیع الاول میں اس کے وقوع کو اکثر کا قول کہا ہے۔ بلکہ ابن حزم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور سدی کا قول شوال کا اور بعض کا قول ذی الحجہ کا لکھا ہے اور ابن عبدالبر و نووی نے رجب کہا ہے تو یہ کل پانچ قول ہوئے اور جو روایت ابن شیبہ جابرؓ و ابن عباسؓ سے دوشنبہ کا دن نقل کیا ہے ارجح ہے۔ باقی خود اس رجب میں جو امور منکر ہو گئے ہیں وعظ السرور میں ان کی تحقیق کر دی گئی ہے۔

نمبر۳:۔ بعض جگہ تبارک کی روٹیوں کی رسم ہے جس کی شرع ہی سے کچھ اصل نہیں۔

نمبر۴:۔ اس ماہ کا نام مریم روزہ عوام مستورات میں مشہور ہے۔ اور ماثبت بالسنۃ میں شیخ کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لقب اس تاریخ کا مشہور تھا اور پھر اس کو بے اصل فرمایا ہے۔

نمبر۵:۔ نیز شیخ نے صلوٰۃ الرغائب کا بھی ابطال کیا ہے البتہ انسؓ کی روایت سے اس ماہ کے متعلق یہ عمل ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس ماہ کے داخل ہونے کے وقت یہ فرماتے تھے :۔ اللّٰھم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان (از رسالۃ الشیخ ایضاً)۔

ضمیمہ متعلقہ رجب المرجب

علامہ شامی نے بعض اہل مکہ کی عادت رجب میں عمرہ کے اہتمام کے ذکر کرنے کے ساتھ یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ امر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ قول سے ثابت ہے اور نہ فعل سے البتہ اس قدر مروی ہے کہ عبد اللہ بن الزبیرؓ جب کعبہ کی تجدید سے ستائیس رجب سے قبل جب فارغ ہوئے تھے تو بطور شکریہ کے کچھ اونٹ ذبح کیے گئے تھے اور اہل مکہ کو عمرہ کرنے کے لیے فرمایا تھا اور صحابہ کا فعل بھی حجت ہے (شامی ۲۴۰ ج ۲) احقر عرض کرتا ہے کہ بلکہ رجب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمرہ فرمانے کی نفی بھی مسلم کی حدیث میں وارد ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کبھی عمرہ نہیں فرمایا (مسلم ج ۱) اور حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کے فعل کا اتباع تین امر پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ سند اس قصہ کی صحیح ہو تو وہ غیر مسلم دوسرے یہ کہ عقاید عوام میں غلو نہ ہو جاوے اور ہمارے وقت میں غلو شاہد ہے۔ تیسرے یہ کہ مقصود ابن الزبیرؓ کا اس پر استدامت ہو اور اس کا احتمال بعض بلا دلیل ہے وہ تو اس اسی وقت کے ساتھ متعلق تھا کہ ایک تازہ نعمت ظاہر ہوئی تھی اس پر دوام ایک گونہ عید بنانا ہے جس کا غیر مشروع ہونا وعظ السرور میں مفصل و مدلل مذکور ہے۔

فائدہ

منجملہ اسباب زیادت فضیلت اس ماہ کے یہ ہے کہ بقول سہل بن عبد اللہ تستری حسب روایت حافظ خطیب بغدادی حضور صلے اللہ علیہ وسلم بطن مادر میں اسی ماہ

رجب شب جمعہ میں تشریف لائے۔ کذا فی المجموعۃ المختفی المولود النبوی للقاریؒ۔

شعبان

نمبر۱:۔ پندرھویں شب شعبان میں مُردوں کے لیے قبرستان میں جا کر دعا و استغفار[عله] کرنا مستحب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

نمبر۲:۔ اگر کچھ صدقہ خیرات یا کھانا وغیرہ بھی پکا کر بخش دیا جاوے کوئی مضائقہ نہیں۔

نمبر۳:۔ اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جاوے۔

نمبر۴:۔ پندرھویں تاریخ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور بہت فضیلت آئی ہے۔

نمبر۵:۔ ۲۹ شعبان کو اگر چاند نظر نہ آوے تو ۳۰ کو گیارہ بجے تک شہادت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اس خیال سے روزہ رکھنا کہ اگر رمضان ثابت ہو گیا تو یہ روزہ رمضان میں محسوب ہو جاوے گا ورنہ نفل ہو جاوے گا یہ مکروہ ہے۔ اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

نمبر۶:۔ شعبان کے چاند کو اہتمام سے دیکھنے اور اس کی تاریخوں کا رمضان المبارک کے لیے خاص طور سے یاد رکھنے کا حدیث شریف میں حکم آیا ہے۔

عله شعبان کے ختم ہونے کے قریب یا تحقیق جنبہ کے ذیل کا مضمون ملاحظہ ہو۔ ۱۲ منہ

نمبر ۷:۔ شب برات کو خصوصیت کے ساتھ حلوا پکانا اور اس کو حکم شرعی جاننا زیادتی فی الدین ہے۔

نمبر ۸:۔ اس حلوے کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا تو آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اسی دن میں ہوئی تھی۔ یہ ان کی فاتحہ ہے۔ یہ سب بے اصل ہے۔ یہ دونوں واقعے شوال کے ہیں۔

نمبر ۹:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شب برات سے پہلے اگر کوئی مر جاوے اور شب برات کو اس کی فاتحہ نہ دلائی جائے تو وہ مُردوں میں شامل نہیں ہوتا۔ یہ بالکل لغو ہے۔

نمبر ۱۰:۔ بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں یہ بھی بے اصل ہے۔

نمبر ۱۱:۔ آتشبازی مطلقاً خصوصاً اس رات میں بالکل معصیت ہے۔

نمبر ۱۲:۔ آتشبازی کے لیے اپنے بچوں کو پیسے دینا یا اُن کے لیے خریدنا یا کسی قسم کی اعانت اس سے متعلق کرنا بھی ناجائز ہے۔

نمبر ۱۳، ۱۴:۔ تاریخ شعبان کو تہوار منانا اور عید بقر عید کی طرح بچوں کو کپڑے پہنانا اور عیدی دینا بے اصل ہے۔

نمبر ۱۴:۔ مکتب کے معلموں کو اس وقت میں مثل عید کے تعطیل بھی نہیں کرنا چاہیے۔

نمبر ۱۵:۔ اس شب میں برتنوں کا بدلنا، گھر لیپنا اور چراغوں کا زیادہ روشن کرنا

بلا دلیل ہے۔

اضافہ

فضائل ماہ و مطلق صوم در آں نمبر (۱) ارشاد نبوی۔ شعبان میرا مہینہ ہے (دیلمی)
نمبر (۲) حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس میں کثرت سے روزہ رکھتے (شیخین و نسائی و ابوداؤد)۔
نمبر (۳) ارشاد نبوی۔ شعبان درمیان رجب و رمضان کے ہے اس میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (بیہقی)

فضائل شب برات و عبادت در آں یعنی شب ۱۵ شعبان و صوم تاریخ ۱۵

نمبر ۱۔ ارشاد نبوی: حق تعالیٰ شب نصف شعبان میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور سب گنہگاروں کی مغفرت فرما دیتا ہے (یعنی جو معافی مانگے) بجز مشرک کے یا ایسا شخص کے یعنی جس کے دل میں کینہ ہو (بیہقی) اور اوزاعی نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو شخص بدعت والا جماعت حق سے الگ ہونے والا ہو اور ایک روایت میں ان دو لوگوں کا استثنا اور آیا ہے۔ ظلم سے محصول لینے والا۔ جادوگر۔ غیب کی خبریں بتانے والا جیسے آج کل کے فال والے اور حاضرات والے اور عملیات والے کرتے ہیں۔ صورتیت یعنی ہاتھ کے خطوط یا دیگر آثار دیکھ کر بتانے والا سرہنگ ظالم۔ جابی یعنی جو حاکم کو ناجائز محصول کے طریقے بتلا دے۔ کوبہ یعنی طبل یا ڈھول والا۔ عرطبہ یعنی طنبورہ والا (نوفل عن علی) اور ایک روایت میں قاطع رحم کا بھی استثنا آیا ہے (سعید بن منصور) اور ایک روایت میں ان کا بھی استثناء آیا ہے ٹخنے سے نیچے ازار پہننے والا۔ ماں باپ کو آزار دینے والا۔ ہمیشہ شراب پینے والا (بیہقی)

یعنی یہ زیادہ بڑا ہے درحقیقت ایک بار شراب پینے والا بھی فاسق و مبغوض حق ہے۔

نمبر ۲:۔ ارشاد نبوی۔ نصف شب شعبان میں عبادت کرو اور اس کی صبح کو روزہ رکھو۔ حق تعالٰے غروب شمس ہی کے وقت آسمان دنیا پر تشریف لا کر ارشاد فرماتے ہیں۔ کوئی مغفرت مانگنے والا ہے کہ میں اس کو بخشوں، کوئی طالب رزق ہے کہ اس کو رزق دوں۔ کوئی مبتلائے مصیبت ہے کہ اس کو عافیت دوں ہے کوئی ایسا ، ہے کوئی ویسا ؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

(ابن ماجہ و بیہقی)

نمبر ۳:۔ ارشاد نبوی۔ اس شب میں خلیں اور رزقیں ورجن کو حج کی توفیق ہوگی سب لکھے جاتے ہیں۔ (بیہقی)۔

نمبر ۴:۔ حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شب (کہ وہ شب یہی تھی) میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو نہ پایا۔ میں تلاش کو نکلی آپ بقیع (قبرستان مدینہ) میں ملے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شب میں اللہ تعالےٰ آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے زیادہ کی بخشش فرما دیتا ہے (ابن ابی شیبہ و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی)۔

نمبر ۵:۔ عطاء بن یسار نے کہا کہ شب نصف شعبان میں ملک الموت کو ایک فرد دی جاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ جو جو اس میں درج ہیں ان کی جان اس (سال میں) قبض کرنا تو بعضا آدمی درخت لگا رہا ہے اور بیویوں سے نکاح کر رہا ہے اور مکان تعمیر کر رہا ہے اور اس کا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہے (ابن ابی الدنیا)۔

منکراتِ ماہِ ہٰذا

بہت سے چراغ روشن کرنا اور لہو ولعب کے لیے جمع ہونا، آتش بازی کا بھی مشغول ہونا۔ دراصل یہ عمل ہنود کی دیوالی سے لیا گیا ہے۔ علی بن ابراہیم کا قول ہے کہ زیادہ روشنی کرنا یہ بعض برامکہ سے شروع ہوا ہے۔ یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے۔ جب اسلام لائے تو انہوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آگ کو سجدہ کریں۔ پھر ائمہ دین نے ان منکرات کو باطل کیا اور آٹھویں صدی کے شروع میں بلادِ مصریہ و شامیہ میں ان منکرات کا خوب قلع قمع کیا گیا (عجب نہیں کہ یہ آتشبازی بھی اسی کا شعبہ ہو) ھذا کلہ من ما ثبت بالسنۃ للشیخ الدہلوی۔ اور بعض حدیثوں میں جو نصف شعبان کے بعد روزہ کی ممانعت آئی ہے یہ اس شخص کے لیے ہے جس کو احتمال ہو کہ ضعف ہو جاوے گا۔ پھر رمضان کا روزہ بے رغبتی سے رکھا جاویگا۔

تنبیہ۔ مضمون بالا کے نمبر ۱، ۲ تک جو حرفی شعبان سے متعلق ہیں بعض علماء نے کلام فرمایا تھا بعد مذاکرہ دوسرے علماء کے نمبر ۲ سے احقر نے رجوع کر لیا۔ پس اس پر چنانچہ اس وقت عمل نہ کیا جاوے اور نمبر ۱ مذاکرہ کے بعد بھی سالم رہا اور عالمگیریہ میں بھی مذکور ہے وہ باقی ہے۔ مگر اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اس کو اعتقاداً یا عملاً لازم نہ کیا جاوے تفصیل اس کلام و مذاکرہ کی ترجیح الراجح[علہ] حصہ سوم میں مذکور ہے۔

علہ یہ حصہ تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی کے ساتھ شائع ہو گیا ہے

رمضان

صوم نمبر ۱:- بلا وجہ شرعی روزہ کو توڑ دینا جرم اور سخت گناہ ہے۔

نمبر ۲:- روزہ کی غرض قوت بہیمیہ کے کم کرنے میں منحصر نہیں ہے۔ اصل وجہ خدا اور رسول کا حکم ماننا ہے۔

نمبر ۳:- روزہ کی نسبت تمسخر کے کلمات کہنا مثلاً یہ کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر اناج نہ ہو یا یہ کہ ہم سے بھوکا نہیں مرا جاتا کفر ہے۔

نمبر ۴:- بلا ضرورت صرف روزہ چھوڑنے کے واسطے سفر کرنا یا بیمار بن جانا ناجائز ہے۔

نمبر ۵:- اچھا ہونا نا ممکن ہو تو ہر روزہ کے بدلے فدیہ دینے سے روزہ سے بری ہو گا اس کا طریقہ بیان ہے۔ جب تک اچھا ہونے کی امید ہو فدیہ پر کفایت نہیں کر سکتا قضا واجب ہو گی۔

نمبر ۶:- جو افطار شرعی عذر سے ہو اور اس عذر کے رفع ہونے کے وقت کچھ دن باقی ہے تو کھانے پینے وغیرہ سے رکنا چاہیے۔

نمبر ۷:- بچوں کو بالغ ہونے سے پہلے روزہ رکھنے کی عادت ڈالو۔ جب وہ متحمل ہو سکیں ورنہ بعد بلوغ کے ان کو روزہ رکھنا دشوار ہو گا۔

نمبر ۸:- بعضے لوگ سفر میں یا مرض میں جان کو آ جاتے ہیں لیکن افطار نہیں کرتے اس کی بھی ممانعت ہے۔

نمبر ۹:- اگر شیر خوار بچہ کو والدہ کے روزہ رکھنے سے تکلیف وغیرہ

ہو تو افطار کرنا چاہیئے بعد میں قضا کرلے۔

نمبر ۱۰:- بعض خوشی منانے اور اپنا حوصلہ نکالنے کے واسطے بہت کم عمر بچوں سے روزہ رکھوانا ممنوع ہے۔

نمبر ۱۱:- روزہ میں غیبت، جھگڑا، جھوٹ اور تمام معاصی سے بہت اہتمام سے بچو۔ روزہ میں دل بہلانے کے واسطے ان معاصی کا مرتکب ہونا اور اسی طرح چوسر، گنجفہ کھیلنا، یا ہارمونیم، گراموفون بجانا اشد درجہ حرام ہے۔

نمبر ۱۲:- جس طرح معاصی سے بچنا ضروری ہے اسی طرح لایعنی اور فضول کلام سے بھی بچنا چاہیئے۔

نمبر ۱۳:- رمضان المبارک میں غذائے حلال کا بہت زیادہ خیال رکھو۔

نمبر ۱۴:- پہلے روزہ کا زیادہ اہتمام کرنے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

فائدہ

تجربہ اور مشاہدہ سے رمضان المبارک کا یہ خاصہ ثابت ہوا ہے کہ رمضان المبارک میں جن معاصی اور ناجائز نفسانی خواہشوں سے آدمی بچتا ہے تمام سال اس کا یہ اثر رہتا ہے کہ بچنا آسان ہوتا ہے۔ اس لیے ہمت کرکے اس ماہ میں تمام معاصی خواہ اعضاء ظاہری سے ان کا تعلق ہو یا قلب سے سب سے بچو۔

سحور۔ نمبر ۱۵:- بعض لوگ آدھی رات ہی سے سحور کھا لیتے ہیں اس سے ثواب کامل سحور کا نہیں ہوتا۔

نمبر ۱۶:- اور بعض اس قدر تاخیر کرتے ہیں کہ صبح صادق ہونے کا

شبہ ہو جاتا ہے اس سے بھی احتراز بہت لازم ہے۔

نمبر ۱۸ :۔ بعض لوگ سحری تو مناسب وقت کھاتے ہیں مگر فضول حقہ و پان میں اس قدر دیر کرتے ہیں کہ اشتباہ ہو جاتا ہے۔

افطار۔ نمبر ۱۹ :۔ افطاری کھانے میں اس قدر مشغولی کہ مغرب کی جماعت فوت ہو جاوے بہت ہی خسارہ کی بات ہے۔

نمبر ۲۰ :۔ بہتر یہ ہے کہ روزہ مسجد میں افطار کیا کریں تاکہ جماعت نہ جاوے۔

نمبر ۲۰ :۔ افطاری کی وجہ سے گھر پر مغرب کی نماز پڑھنا اور مسجد و جماعت سے محروم رہنا بڑی کم ہمتی کی بات ہے۔

تراویح۔ نمبر ۲۱ :۔ فارغ ہونے کی جلدی میں وقت سے پہلے کھڑے نہ ہونا چاہیے ورنہ فرض کا گناہ سر پر رہے گا۔

نمبر ۲۲ :۔ عشاء کی اذان تراویح کی جلدی ہونے کے خیال سے وقت سے پہلے نہ کہلائیں۔

نمبر ۲۳ :۔ قرآن شریف نہ بہت تیز پڑھیں کہ کچھ سمجھ میں نہ آوے اور نہ اس قدر ٹھہر کر کہ مقتدیوں کو تکلیف ہو۔

نمبر ۲۴ :۔ مثلاً تسبیحات و تشہد و درود تراویح میں اطمینان سے ادا کرنا چاہیئے۔

نمبر ۲۵ :۔ اجرت مشروط یا معروف پر تراویح میں قرآن سنانا ناجائز ہے۔

نمبر ۲۶ :۔ ایسے بچوں کو امام بنانا کہ جن کو طہارت اور نماز کے مسائل معلوم نہیں ہیں اگرچہ وہ بالغ ہوں مناسب نہیں ہے۔

نمبر ۲۷ :۔ ختم قرآن شریف پر شیرینی کا اہتمام و التزام نہ کرنا چاہیئے خاص کر

چندہ کر کے شیرینی تقسیم کرنا تو اور بھی زیادہ مفاسد کو شامل ہے۔

مسئلہ ۲۸: ختم قرآن کے دن مسجد میں روشنی کا خاص اہتمام ثابت نہیں۔ بلکہ معصیت و اسراف ہے۔

مسئلہ ۲۹: نامحرم حافظوں کو گھر میں بلا کر عورتوں کا قرآن سننا مفاسد سے خالی نہیں ہے۔

صدقۂ فطر

مسئلہ ۳۰: صدقۂ فطر نصاب ہونے سے جیسا اپنی طرف سے واجب ہے اسی طرح اپنے بچوں کی طرف سے بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۳۱: مسجد کے مؤذن اور امام اور سقہ کو اُجرت میں صدقۂ فطر دینے سے صدقۂ فطر ادا نہیں ہوتا۔

تنبیہ

باقی مسائل و احکام متعلقہ رمضان المبارک بہشتی زیور میں اور دوسرے ضروری مسائل رسالہ تنزیہ رمضان میں دیکھیں۔

اضافہ

ہلال کے متعلق احکام معلوم ہونے کی بھی زیادہ ضرورت ہے اس لیے یہاں اس کے متعلق ضروری و غیر مشہور احکام تتمات امداد الفتاویٰ سے بحذف بعض دلائل بجوالہ صفحات نقل کیے جاتے ہیں۔ دلائل کے لیے ان صفحات کا مطالعہ ممکن ہے (صفحہ ۱۰۹ تتمہ ثالثہ قلمی امداد الفتاویٰ و رکی)۔

سوال :- جس شہر میں بوجہ ابر و غبار یا مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں
وہاں شعبان یا رمضان کا چاند نظر نہ آیا ہو کیا وہ مکلف ہیں یا نہیں کہ کوشش کر کے
دوسرے شہروں سے خبریں منگائی جائیں ؟

الجواب :- چونکہ کوئی حکم وجوب بلا دلیل شرعی نہیں ہوتا اور اس کے وجوب کی کوئی دلیل
نہیں لہٰذا یہ امر واجب نہیں ۔

سوال (تتمہ سوال سابق) اگر مکلف نہیں تو وہ کون سے ذریعے ہیں کہ جن کے ذریعہ
سے خبریں منگائی جا سکیں اور وہ قابل اعتبار ہوں اور جب معتبر ذریعے سے خبر دوسرے شہروں
سے آجائے تو اس شہر کے قاضی یا مفتی کو اس کا ماننا ضروری ہے یا نہیں ۔ اور اگر
قاضی نہ مانے اور عمل نہ کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں ؟

الجواب :- اس کے مکلف تو نہیں لیکن اگر دوسری جگہ سے خبر آجائے تو اس کے
معتبر ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ طریق موجب سے پہنچے اور طرق موجبہ یہ ہیں ۔
ایک شہادت بالرؤیۃ ۔ دوسرے شہادت علی الشہادۃ بالرؤیۃ ، تیسرے شہادت
علی حکم الحاکم ، چوتھے استفاضہ ، جو حکم ملک کے حکم میں ہے ۔ کذا فی الدر المختار ۔
قولہ شہدوا انہ شہد الی قولہ بخلاف ما لو شہدوا الخ من قولہ لانہ حکایۃ ل
قولہ لقضاء القاضی ج ۲ ص ۹۹ ردالمحتار من قولہ یلزم اہل المشرق
الی قولہ کما مر والدر المختار من قولہ بطریق موجب الی قولہ لانہ حکایۃ ج ۲ ص

اور جب ان ذرائع سے خبر آوے گی تو اس پر عمل واجب ہے اور ظاہر ہے کہ ترک واجب
معصیت ہے لیکن اگر کسی کے اجتہاد میں وہ طریق موجب نہ ہو تو وہ معذور ہے اور
رمضان میں جس طرح رویت پر ایک کی شہادت معتبر ہے اسی طرح اس شہادت پر

بھی ایک کی شہادت معتبر ہے۔ فی رد المحتار وقبل بلا دعویٰ فی صوم رمضان شہادۃ واحد علی آخر ج ۲ ص ... اور یہی حکم جہاں حاکم نہ ہو فطر میں صدق قول ... ہے لیکن لفظ شہادت ضروری نہیں۔ کذا فی الدر المختار ایضاً ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ و افطروا باخبار عدلین مع العلۃ ج ۲ ص ...۔

سوال:- چاند کے دیکھنے کی خبر ایک شہر سے یا چند شہروں سے بذریعہ تار یا خطوط کے آوے تو وہ قابل اعتبار ہے یا نہیں؟

الجواب:- چونکہ تار میں اس کی کوئی علامت نہیں کہ کس کا تار ہے نیز اس میں غلط اور خلط بھی کثیر ہوتا ہے اس لیے معتبر نہیں۔

سوال:- ایک شہر سے یا چند شہروں سے ایک شخص یا چند شخصوں کے خطوط کے ذریعے سے رویت ہلال کی خبر آئی کہ ہم نے خود چاند دیکھا اور بہت سے لوگوں نے دیکھا یہ قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ اور عوام الناس کے خطوط میں اور علماء کے خطوط میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب:- فی رد المحتار: والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان ج ۲ ص ... وفي الدر المختار لا يعمل بالخط الا في مسئلة كتاب الامان ويلحق به البراءات ودفتر بياع وصراف وسمسار وجزم مجد الائمة ... وقاضي ومشاهد ان يتعلق به قيل وبه يفتى وأطال في ذلك صاحب ... وصحح ... ج ... ص ...

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص زبانی ثبت ہے وہ خط سے بھی ثبت ہے جب خط کی شناخت اور اس کے واثق ہونے پر اطمینان ہو اور قاضی عرفی اور عالم برابر ہیں ۔

سوال :- ایک شہر میں ۲۹ شعبان کو بوجہ ابر و غبار چاند دکھائی نہیں دیا۔ کسی دوسرے شہر کی شہادت قابل اعتبار گزری کہ ۲۹ تاریخ کو شعبان کا چاند فلاں مقام پر ہم نے دیکھا ہے جس کو قاضی نے مان لیا اور اس شہادت کے اعتبار سے رمضان المبارک کی ۳۰ تاریخ کو مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی چاند نظر نہیں آیا تو ایسی صورت میں جبکہ اس شہر کی رویت کے حساب سے ۲۹ ہے اور اس شہادت کے حساب سے تیس تاریخ ہوتی ہے پس کیا کرنا چاہیئے اور اگر وہ گواہ خاص اسی شہر میں ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنا بیان کریں اور فوراً حاضر ہو رہیں تو ایسی صورت میں کچھ فرق ہو جاویگا یا نہیں ؟

الجواب :- فی الدر المختار - وبعد صوم ثلاثين بقول عدل حيث يجوز وغم هلال الفطر الخ وفي رد المحتار عن المعراج عن المجتبى ان حل الفطر هنا على رأي محمد اذا غم هلال الصوم محل وفاق وانما الخلاف فيما اذا لم يغم ولم ير الهلال فعندهما لا يحل الفطر و عند محمد يحل كما نقله شمس الائمة الحلواني وصرح الشرنبلالي ثانيا ما قال في غاية البيان وجه قول محمد وهو الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناء وتبعا فكم من شيء يثبت ضمنا ولا يثبت قصداً الخ ج ۲ ص ۱۰۱ ۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت مختلف فیہ ہے۔ مگر علامہ شامی کا رجحان امام محمد کے قول کی تصحیح و ترجیح کی طرف ہے کہ باوجود مطلع صاف ہونے کے بھی عید کر لیں گے لیکن جہاں تشویش عوام کا اندیشہ ہے شیخین کے قول پر حکم دینا مناسب ہے بلکہ اس کو تنبیہ بھی کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم ۔ [illegible]

الشہادۃ لظہور کذبہ ج ۲ ص ۱۰۳۔ اور جو گواہ خود شہر میں موجود تھا اور اس وقت حاضر نہ ہوا اور ایک مہینہ کے بعد آکر بیان کرے اُس پر اعتبار نہ کیا جائے کیونکہ اس نے ترک واجب کیا اس لیے عادل نہ رہا اور ایسا شخص مقبول الشہادۃ نہیں۔ فی الدر المختار وهل له ای للفاسق ان يشهد الى قوله ويجب على الجارية المخدرة ان تخرج ج ۲ ص ۱۰۳۔ البتہ اگر وہ اس توقف کا کوئی عذر جو شرعاً مسموع ہو بیان کرے تو مقبول ہوگا کما فی رد المحتار من ذکرہ وقوله ان تاب۔ وهل له يفيد عدم وجوب بناء على عدم علمه باعتماد القاضي الخ وفي رد المحتار وعليه تحمل ما لو شهدوا في آخر رمضان برؤية هلاله قبل صومهم بيوم ان كانوا في المصر ردت لتركهم الحسبة وان جاؤا من خارج قبلت كما في الفتح ملخصاً ج ۲ ص ۱۰۳۔

سوال۔ بحالت صاف ہونے مطلع کے ابر و غبار سے ہلال عید اور رمضان کے لیے قاضی کو قبول شہادت کے لیے کس قدر نصاب کی ضرورت ہے اور کتب فقہ میں جو جم غفیر لکھا ہے اس سے کیا مراد اور اس میں علماء کے کیا کیا قول ہیں اور مفتی بہ قول کیا ہے؟

الجواب:۔ اقوال مختلفہ میں سے صحیح یہ ہے: بل يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن بخبرهم وهو مفوض الى راي الامام من غير تقدير بعدد على مذهب ھکذا فی الدر المختار ج ۲ ص ۱۰۳۔

سوال:۔ ہلال عید و رمضان کی شہادت کے لیے شاہدوں میں عدل کی ضرورت ہے یا نہیں، اور عدل کی کیا تعریف ہے؟ نیز رویت ہلال کے بارے میں فاسق فاجر یا مستور الحال کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ فی الدر المختار الصوم مع علة کغیم وغبار خبر عدل او مستور

علی ما صححہ البزازی علی ما سبق. ظاہر الروایۃ لا فاسی کما قلنا الی قولہ وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادت الخ وفی رد المحتار. قولہ ملکۃ فصل علی ما ذکرہ الخ والاضحی والاشہر الحرم وما اکثر ذلک عند عدم العلۃ وما یتعلق بالمرتفع ۲/ ۸۰ اور یہ شوال کے بارے میں ہے اور یہی حکم عید قرباں میں شوال جیسا ہے۔

سوال: رویت ہلال کے بارے میں کس قدر مسافت کی خبر ایک شہر سے دوسرے شہر میں مانی جا سکتی ہے۔ اس میں کچھ علماء کا اختلاف ہے یا نہیں اور مذہب حنفیہ میں اس کی بابت کس قول پر عمل کیا ہے؟

الجواب: فی الدر المختار واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب الی قولہ قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط ۲/ ۱۰۶۔ اس سے معلوم ہوا کہ حنفی کا قول یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں۔

تتمہ جلد اول امداد الفتاوی ص ۹۴

(تحقیق متعلق تار) اور نقل ایک تتمہ کی جو مشتمل دو مسئلوں پر ہے تار کے احکام میں:

نمبر ۱: ایک یا متعدد تار کا مضمون دیکھنا چاہئے کہ کیا ہے اگر یہ ہے کہ یہاں چاند ہوا ہے یا فلاں شخص نے دیکھا ہے یا بہت آدمیوں نے دیکھا ہے اور اکثر تاروں کا ایسا ہی مضمون ہوا کرتا ہے تب تو معتبر نہیں اگرچہ کتنے ہی تار ہوں اور اگر یہ مضمون ہے کہ میں نے دیکھا ہے یا فلاں شخص نے میرے سامنے اپنا

دیکھنا بیان کیا یا بیان سے فلاں حاکم شرعی یا عالم و مفتی نے قبول کر لیا ہے یا یہ ب
عید ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تار ایک ہے تو عمل جائز نہیں کیونکہ کلام ہلالِ عید
میں ہے اور اگر دو تین ہیں اور بادل نہیں تھا تب بھی عمل جائز نہیں اور اگر دو تین
تار بادل کی حالت میں آئے مگر تار دینے والے معتبر نہیں یا شناسا نہیں تب بھی
عمل جائز نہیں۔ اور اگر بادل کی حالت میں دو تین معتبر لوگوں کے لکھے یا بدون بادل آٹھ
دس آگئے اور مضمون وہ ہے جو اوپر میں لکھا ہے کہ میں نے دیکھا ہے لکھ تو اس کا
حکم یہ ہے کہ اگر دل گواہی دے کہ اس میں کوئی غلط نہیں ہوئی تو عمل جائز ہے
اور اگر دل گواہی نہ دے تو عمل جائز نہیں اور جہاں کوئی عالم محقق ہو وہاں عوام کے
دل کی گواہی معتبر نہیں عالم کے دل کی گواہی اور ان کا فتوے حجت ہے اور
عوام کی خود رائی کرنا یا فتوے کے خلاف کرنا جائز نہیں اور ایک جگہ کے تار کی خبر
جو دوسری جگہ بذریعہ تار دی جاتی ہے چونکہ اس کا مضمون وہ نہیں ہوتا جس کا
معتبر ہونا اوپر بیان کیا ہے اس لیے وہ بھی معتبر نہیں ہے اور یہی تفصیل صورتوں کی
اور حکام کی خبر میں بھی ہے عبارت سابقہ متعلقہ حکم تار میں ہر جگہ بجائے لفظ "تار" لفظ
خط رکھ دیا جاوے تو خط کے سب احکام کی تعیین ہو جاوے گی۔

ضمیمہ ۲: جو طریقے خبر کے معتبر ہونے کے نمبر ۱ میں مذکور ہوئے ہیں چونکہ
ان ممالک کے تاروں کے دینے یا منگانے میں اُن کی رعایت نہیں کی جاتی لہٰذا وہ
حجت نہیں۔ البتہ اگر قواعد شرعیہ کی پوری رعایت ہو تو واقعہ جزئیہ کو عین وقت پہ
کسی عالم سے رجوع کر کے حکم شرعی پوچھ لیا جاوے اور صرف اختلاف مطالع حنفیہ
کے نزدیک مانع قبول نہیں۔

نمبر ۳:- جس طرح معاملات و دیانات میں فرق ہے اسی طرح شہادت و اخبار میں بھی فرق ہے اس لیے معاملات میں عدم اعتبار شہادت مطلقاً مستلزم نہیں دیانات میں عدم اعتبار مطلقاً کو بلکہ اس میں تفصیل ہو گی جو نمبر ایک میں مذکور ہو گئی۔

نمبر ۴:- جس طرح تذکرے سنن میں تفصیل ہے اسی طرح لفظ کے مضمون میں بھی ہے جو نمبر ایک میں بسط کے ساتھ مذکور ہو چکا ہے۔

شوال

نمبر ۱:- اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عید کی شب میں روزہ ہوتا ہے اور صبح کو کھولتے ہیں کہ روزہ کھول لو یہ بالکل بے اصل ہے۔ ہاں عید کی نماز کو کچھ کھا کر جانا سنت ہے۔

نمبر ۲:- سویاں پکانی ضروری خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے بلکہ چاہے پکاؤ اور چاہے نہ پکاؤ۔ شرع میں اس تخصیص کی کوئی اصل نہیں۔

نمبر ۳:- کپڑوں کا بہت لوگ اہتمام کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض لوگ قرض لے کر نئے کپڑے بنواتے ہیں بعض مستعار کپڑے پہنتے ہیں اس کی بھی کوئی اصل نہیں بلکہ سنت یہ ہے کہ ہر شخص کے پاس جو کپڑے ہیں اُن میں سے جو اچھے ہیں وہ پہنے۔

نمبر ۴:- عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں۔ شرع کے موافق آرائش کرنا۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔ خوشبو لگانا۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ عیدگاہ بہت سویرے جانا۔ عیدگاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھانا۔ عیدگاہ جانے سے قبل صدقہ فطر دے دینا۔ عید کی نماز بلا عذر شہر میں نہ پڑھنا۔

جس[۱۱] راستے سے آوے اُس کے علاوہ دوسرے راستے سے واپس آنا۔ پیادہ[۱۲] جانا
اور راستہ میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ
اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ آہستہ پڑھتا جاوے۔

نمبر ۵: عید الفطر کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ اول یوں نیت کرے کہ دو رکعت واجب عید الفطر مع چھ تکبیروں کے ادا کرتا ہوں۔ پھر نیت کرکے ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھاوے اور بعد تکبیر کے ہاتھ چھوڑ دے مگر بعد تیسری تکبیر کے ہاتھ باندھ لے اور امام قرأت شروع کرے اور مقتدی خاموش کھڑا رہے اور حسب دستور دو رکعت پڑھے دوسری رکعت میں بعد قرأت امام کے تین تکبیریں مثل سابق کے کہے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ چھوڑ دے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جاوے۔

نمبر ۶: خطبہ عیدین کا سنت ہے اور حاضرین پر اُس کا سننا واجب ہے اُس وقت بولنا چالنا یا نماز پڑھنا حرام ہے۔

نمبر ۷: یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ بعد نماز عید آپس میں معانقہ اور مصافحہ کرتے ہیں اور اس کو ضروری خیال کرتے ہیں یہ بالکل بدعت ہے ہاں جو لوگ باہر سے آئے ہیں اگر اُن سے بوجہ ملاقات کے مثل اور ایام کے معانقہ یا مصافحہ کیا جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

نمبر ۸: عید کے بعد باہم ایک دوسرے کو اس لفظ سے تہنیت دینا کہ تقبل اللّٰہ منا و منکم یا اس کے ہم مضمون لفظ سے جیسا عید مبارک وغیرہ جائز

اور فی الجملہ مستحب ہے بشرطیکہ بطور رسم کے پابندی کے ساتھ نہ ہو۔

نمبر ۹:- اگر عید جمعہ کے روز واقع ہو تو دونوں کی نماز لازم ہے اوّل واجب دوسری فرض۔

نمبر ۱۰:- بعض بے علم جاہل عید کے روز جمعہ واقع ہونے کو نامبارک سمجھتے ہیں یہ زعم بالکل باطل ہے بلکہ اس میں دو برکتیں جمع ہو جاویں گی کسی نے خوب کہا ہے۔

عیدٌ و عیدٌ و عیدٌ صرن مجتمعہ   وجہ الحبیب و یوم العید والجمعہ

ترجمہ: تین عید ہیں۔ ایک عید اور دوسری اور تیسری جمع ہو گئے محبوب اور عید اور جمعہ

تنبیہ:- صدقۂ فطر کا بیان اوپر رمضان کے مضمون میں آچکا۔

مزید احکام

(۱) صدقۂ فطر: بعض لوگ صدقۂ فطر مؤذنوں اور اماموں کو اس طرح دیتے ہیں کہ جب ان کو مسجد میں رکھتے ہیں تو منجملہ اور مشاہرہ کے ایک صدقۂ فطر کو بھی ان کی اذان یا امامت کی اجرت میں شرط ٹھہرا لیتے ہیں کہ ہر سال صدقۂ فطر بھی ملا کریگا تو اس طرح شرط کر کے ان لوگوں کو صدقۂ فطر دینے سے ادا نہیں ہوتا۔ اگر ایسا کیا گیا ہے تو اس قدر دوبارہ فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے ہاں اگر بغیر کسی شرط کے صرف غریب سمجھ کر ان ہی کو دیا جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر کسی جگہ مشروط اگر نہ ہو مگر معروف ہو تو اس وقت ان کو مسجد میں رکھتے وقت تصریحاً اس کی نفی کر دینا چاہیے کہ صدقۂ فطر نہ ملے گا۔

نمبر ۲ صوم:- ماہ شوال میں چھ دن نفل روزہ رکھنے کی فضیلت اور دوسرے نفل روزوں سے بہت زیادہ ہے جس کو کہ شش عید کہتے

روزے کہتے ہیں۔ لیکن اس میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر ان کو عید کے اگلے ہی دن سے شروع کرے تب تو وہ ثواب ملتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔ تو یہ خیال غلط ہے بلکہ اگر مہینہ بھر میں بھی ان کو پورا کر لیا تو ثواب ملے گا خواہ عید کے اگلے ہی دن شروع کرے یا بعد کو شروع کرے اور خواہ لگاتار رکھے یا متفرق طور پر ہر طرح ثواب ملے گا۔

نمبر ۳ صوم: بعض لوگ ان چھ روزوں میں اپنے پچھلے قضا روزوں کو محسوب کر لیتے ہیں کہ شش عید کے روزے بھی ہو گئے اور قضا بھی ادا ہو گئی۔ تو خوب سمجھ لو کہ ان میں قضا کی نیت کرنے سے وہ فضیلت شش عید کی حاصل نہ ہوگی۔ قضا الگ ادا کرے اور ان کو ثواب کے لیے الگ رکھے۔ گو بعض کتابوں میں اس کو لکھ دیا ہے لیکن قواعد کے خلاف ہونے سے وہ صحیح نہیں خوب سمجھ لو۔

نمبر ۴۔ حج عـه: جس کے پاس ضروریات سے زائد اتنا خرچ ہو کہ سواری پر متوسط گزران سے کھاتا پیتا چلا جاوے اور حج کر کے چلا آوے اُسکے ذمہ حج فرض ہو جاتا ہے اور حج کی بہت بڑی بزرگی آئی ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہو اس کا بدلہ بجز بہشت کے اور کچھ نہیں ہے اسی طرح عمرہ پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے چنانچہ

عـه یہ احکام اعمال شوال میں اس لیے لکھے کہ شوال سے اشہر حج شروع ہو جاتے ہیں نیز عادتاً بھی ہمارے دیار میں حج کی تیاری اسی ماہ میں کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے اور جس کے ذمے حج فرض ہو اور وہ نہ کرے اس کے لیے بڑی وعید بھی آئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے پاس کھانے پینے اور سواری کا اتنا سامان ہو کہ وہ بیت اللہ شریف تک جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (نعوذ باللہ) غرضیکہ حج کی بے حد فضیلت آئی ہے اور اس کے چھوڑنے پر جبکہ اس پر فرض ہو چکا ہو سخت وعید آئی ہے۔ سو اتنی بات تو اکثروں کو معلوم ہے لیکن اس میں بعض غلطیاں عام ہو رہی ہیں۔ ان کو اس جگہ ظاہر کیا جاتا ہے :-

(الف) جب حج کے خرچ کا حساب لگاتے ہیں تو اس میں زیارت مدینہ منورہ کے خرچ کا بھی حساب لگاتے ہیں۔ پس اگر مدینہ منورہ تک جانے کا خرچ ہوتا ہے جب تو حج کو فرض سمجھتے ہیں ورنہ فرض نہیں سمجھتے۔ تو یاد رکھو کہ اگر صرف سفر حج کے لیے جانے کا اور وہاں سے واپس چلے آنے کا خرچ ہو تو حج فرض ہو جاتا ہے گو مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے خرچ نہ ہو۔ البتہ اگر اس کی زیارت کا سامان یا ہمت ہو تو اس کا بھی بے حد و حساب ثواب ہے لیکن حج کا فرض ہونا اس پر موقوف نہیں ہے۔ اگر ایسا شخص حج نہ کریگا تو اس کے لیے وہی وعید ہے جو مذکورہ بالا حدیث میں آئی ہے۔

(ب) راستہ میں اگر ذرا سا بھی شبہ ہوتا ہے تو لوگ حج فرض نہیں سمجھتے۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ اگر راستہ میں غالب گمان سلامتی کا ہے اور گمان ہلاکی کا مغلوب ہے تو حج فرض ہو جاتا ہے اور جانا ضروری ہے ذرا ذرا سے اندیشہ کا اعتبار نہیں ہے۔

ذیقعدہ

بعض لوگ ذی قعدہ کے مہینے میں شادی وغیرہ کرنے کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں۔ سو یہ بالکل غلط ہے کسی مہینے یا دن کو منحوس نہ سمجھنا چاہیئے۔

ذی الحج

نمبر ۱:۔ عید الاضحیٰ کی نماز کا بھی وہی طریقہ ہے جو کہ عید الفطر کی نماز کا اوپر شوال کے احکام میں لکھا گیا ہے مگر صرف اس قدر فرق ہے کہ نیت میں لفظ عید الفطر کی جگہ عید الاضحیٰ کہے۔

نمبر ۲:۔ ذی الحج کی نویں تاریخ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد (جو باجماعت مقیم ہونے کی حالت میں مسجد میں ادا کی جاوے) تکبیرات تشریق باواز بلند واجب ہیں۔ مسافر اور عورت[عہ] اور منفرد کے لیے بھی بعض علماء کا قول ہے اس لیے اگر کہہ لیں تو بہتر ہے۔ تکبیرات یہ ہیں:۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

نمبر ۳:۔ عیدگاہ کے راستہ میں بلند آواز سے تکبیرات تشریق پڑھتا ہوا جاوے۔

نمبر ۴:۔ ان ایام میں قربانی کا بہت زیادہ ثواب ہے جس پر صدقہ فطر واجب

عہ عورت اگر تکبیر کہے تو آہستہ کہے ۱۲ منہ

ہے اُس پر قربانی بھی واجب ہے اور اگر کوئی غریب جس پر واجب نہیں ہے قربانی کردے اُس کو بھی بہت زیادہ ثواب ملتا ہے اور قربانی کے تین دن ہیں دسویں تاریخ بعد نماز عید سے بارہویں کے غروبِ آفتاب سے قبل تک۔

نمبر ۵:- گاؤں والے قربانی نمازِ عید سے پہلے کر سکتے ہیں لیکن صبح صادق سے پہلے اُن کو بھی جائز نہیں، اکثر لوگ ایسی غلطی کرتے ہیں۔

نمبر ۶:- جب قربانی کا جانور قبلہ رُخ لٹا دے تو پہلے یہ دُعا پڑھے:-
إنّي وجّهت وجهي للّذي فطر السّموات والأرض حنيفاً وما أنا من المشركين. إنّ صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي للّه ربّ العالمين لا شريك له وبذلك أمرت وأنا من المسلمين. اللّهمّ منك ولك۔ پھر بسم اللّه اللّه اکبر کہہ کر ذبح کرے اور بعد ذبح یہ دُعا پڑھے:- اللّهمّ تقبّله منّي[1] كما تقبّلت من حبيبك محمّد وخليلك إبراهيم عليهما الصّلوة والسّلام

نمبر ۷:- اکثر لوگ قربانی کی کھال اور [illegible] وغیرہ کی اُجرت میں دے دیتے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں۔ یا تو خود اُس کھال کو بدون فروخت کیے ہوئے اپنے استعمال میں لاوے یا فروخت کرنے کے بعد اُس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اس قیمت کا اپنے کسی صرف میں لانا جائز نہیں۔

نمبر ۸:- ایک رسم عام ہو گئی ہے کہ قربانی کے بعض حصّے کو بعض لوگ کا حق سمجھا جاتا ہے اور اگر اُن کو وہ چیز نہ دی جاوے تو جھگڑا ہوتا ہے یہ حق سمجھنا بالکل ناجائز ہے۔ صاحبِ قربانی جس کو چاہے تبرعاً دے سکتا ہے اگر وہ کسی کو ایک بوٹی بھی نہ دے تب بھی اُس کو جائز ہے۔ لیکن مستحب ہے کہ قربانی

---

[1] اگر کسی اور کی طرف سے ذبح کرے تو منّی کی جگہ من فلان کہے اور فلان کی جگہ اسکا نام لے ۱۲ منہ

کا گوشت خود بھی کھاوے اور اعزا و اقارب و فقرا کو بھی دے مگر فقرا کو دینے
میں ایک تہائی سے کمی نہ کرنا مستحب ہے ضروری نہیں۔

نمبر ۹:۔ قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ خوب صورت ہو۔ کانا، اندھا،
لنگڑا، ٹنڈا، دُبلا نہ ہو۔

نمبر ۱۰:۔ بعض لوگ گابھن گائے بکری کی قربانی ناجائز سمجھتے ہیں یہ غلط
ہے لیکن مستحسن یہی ہے کہ اس کو ذبح نہ کیا جاوے۔

نمبر ۱۱:۔ اکثر لوگ گوشت کو بے وزن کیے ہوئے تقسیم کر لیتے ہیں یہ
جائز نہیں مگر جو سب شرکا راضی ہوں۔

نمبر ۱۲:۔ ایک گائے اور ایک اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور
بھیڑ بکری وغیرہ میں ایک آدمی۔

نمبر ۱۳:۔ قربانی کے لیے گائے بھینس دو برس کی اور اونٹ پانچ برس کا۔
اور بکری بھیڑ دنبہ ایک سال کا ہونا چاہیے اور دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر
کا معلوم ہوتا ہو اور اگر سال بھر والے بچوں میں چھوڑ دیا جاوے تو کچھ فرق معلوم نہ ہو تو
ایسے چھ مہینے کے بچہ کی قربانی بھی جائز ہے ورنہ سال بھر کا ہونا چاہیے۔

نمبر ۱۴:۔ مردہ کی طرف سے بھی قربانی جائز ہے اور اس کے گوشت کا حکم مثل
اپنی قربانی کے گوشت کا ہے۔ البتہ اگر مردے کی وصیت پر اس کے ترکے سے قربانی
کی ہو تو اس گوشت کا تمام خیرات کر دینا واجب ہے۔

نمبر ۱۵:۔ ذبح سے پہلے کھال کا فروخت کر ڈالنا حرام
ہے۔

متعلق حج۔ نمبر ۱:۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب اتنا خرچ پاس ہو کہ مکہ اور مدینہ دونوں کا سفر کرسکے تب حج فرض ہوتا ہے سو یہ غلط ہے۔ اگر مدینہ کے سفر کا خرچ نہ ہو تب بھی حج فرض ہو جاتا ہے۔

نمبر ۲:۔ جس پر حج فرض ہو اور اس کے والدین منع کرتے ہوں اس کو جانا فرض ہے اس میں والدین کی اطاعت جائز نہیں۔

نمبر ۳:۔ اسی طرح جس عورت پر حج فرض ہو اور اس کے ساتھ اس کا محرم بھی ہو مگر اسکا شوہر منع کرتا ہو اسکو شوہر کا کہنا ماننا جائز نہیں۔

نمبر ۴:۔ بعض عورتیں بدون محرم کے دوسری عورتوں کے ساتھ یا غیر مردوں کے ساتھ حج کو چلی جاتی ہیں یہ جائز نہیں۔

نمبر ۵۔ عورت اگر عدت میں ہو اسکو حج کا سفر کرنا جائز نہیں۔

نمبر ۶:۔ جس نے نابالغی میں حج کیا ہو اور پھر اس کو گنجائش سفر حج کی ہو جاوے تو پھر اس پر حج فرض ہے اور وہ پہلا حج کافی نہیں۔

نمبر ۷:۔ اگر بلوغ کے بعد ناداری کی حالت میں حج کیا ہو اور پھر مالدار ہو جاوے تو وہ پہلا حج کافی ہے۔

نمبر ۸:۔ حج بدل کے مسائل بہت نازک ہیں جب کوئی حج بدل کے لیے جاوے یا کسی کو بھیجے تو کسی محقق عالم سے اس کے مسائل تحقیق کرلے۔

نمبر ۹:۔ بعض لوگ تبرکات لانے کو ایسا لازم سمجھتے ہیں کہ اگر اس کے زیادہ

؎ یہ مسئلہ اور بھی اعمال ضروری حصہ اول میں یہاں سے زیادہ مفصل آچکا ہے۔ ۱۲ منہ

خریدنے کے لائق خرچ پاس ہو تو حج کا کوئی نہیں جاتے یا اسی طرح دوسرے اگر دعوت لینے کو بھی۔ سو ان امور کی وجہ سے حج کو ملتوی کرنا ظلم ہے۔

مزید احکام

نمبر ۱ متعلق حج :۔ عوام الناس میں جو جمعہ کے روز کے حج کا لقب حج اکبر مشہور ہے۔ یہ شریعت میں لفظ کی تحریف کرنا ہے کیونکہ اطلاقات شرعیہ میں حج اکبر مطلق حج کو کہتے ہیں۔ عمرہ سے ممتاز کرنے کے لیے جس کو حج اصغر کہتے ہیں اور جو قرآن مجید میں شروع سورۂ برات میں یوم الحج الاکبر آیا ہے وہاں یہی تفسیر ہے اب اس اصطلاح مخترع سے احتمال ہے تفسیر میں غلطی کا اور عوام اس کے اہتمام میں بھی بہت غلو کرتے ہیں۔ یہ شریعت میں تحریف معنوی ہے یعنی بدعت ہے البتہ حج یوم جمعہ کی فضیلت کا انکار نہیں۔ ایک بڑی فضیلت یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج جمعہ کے روز واقع ہوا تھا مگر عوام کی زیادات بے اصل ہیں۔

نمبر ۲ متعلق صوم :۔ یکم ذی الحجہ سے نویں تک روزے رکھنا مستحب ہے اور ان کی یہ فضیلت آئی ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ایام احب الی اللہ ان یتعبد لہ فیہا من عشر ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منہا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منہا بقیام لیلۃ القدر۔ رواہ الترمذی۔" خصوص نویں کے روزہ کی خاص فضیلت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے " عن ابی قتادۃ فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صیام یوم عرفۃ احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ والسنۃ التی بعدہ وصیام یوم عاشوراء احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ رواہ مسلم۔" اور نویں کا تنہا روزہ رکھنا بھی جائز ہے۔

تنبیہ ضروری

عوام مطلقاً نفل روزہ تنہا رکھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں یہ خیال بالکل غلط ہے بجز ان ایام کے جو کفار کے یہاں معظم ہیں جیسے شنبہ یا یکشنبہ یا محرم کی دسویں تاریخ کہ اہل کتاب کے نزدیک معظم ہیں یا جیسے نوروز و مہرجان جو برج حمل و میزان میں اوّل حلول شمس کی تاریخیں ہیں کہ آتش پرستوں کے نزدیک معظم ہیں اسی طرح اور کوئی دن یا تاریخ کسی فرقۂ کفار کے نزدیک معظم ہو پس بجز ایسے ایام کے اور کسی دن یا تاریخ کا تنہا روزہ رکھنا مکروہ نہیں ۔ کذا فی الدر المختار و رد المحتار ۔

نمبر ۳ :۔ اگر قربانی کے دنوں میں کسی کا بچہ پیدا ہو تو اس کے عقیقہ کے لیے قربانی ہی کے جانور میں حصہ لینا جائز ہے ۔ اگر لڑکا ہو تو دو حصے لے اور اگر لڑکی ہو تو ایک لے اور چونکہ عقیقہ ساتویں ہی دن ہونا ضروری نہیں لہٰذا اگر قربانی کا دن پیدائش سے دوسرے یا تیسرے یا چوتھے یا پانچویں یا چھٹے یا آٹھویں نویں دسویں الخ دن آوے تو بھی قربانی کے جانور میں اس کے لیے حصہ لینا جائز ہے ۔

اطلاع

بقیہ نماز عید و قربانی وغیرہ کے متعلق احکام اسی ذی الحجہ کے شروع مضمون میں اور دعوات عبدیت حصہ ششم کے اوّل وعظ میں اور بہشتی زیور حصہ سوم میں ملاحظہ ہوں ۔

مضامین غیر مخصوصہ بالشہور

(یعنی پھلوں کی خرید و فروخت کے احکام)

احکام بیع ثمار

روایات بالا سے (واقعہ جو امداد جلد سوم صفحہ ۱۲۲ سے آخر یعنی ص ۱۳۰ میں مذکور ہیں) امور ذیل مستفاد ہوئے۔

۱۔ پھل جب تک نکل نہ آوے اس کی بیع مطلقاً ناجائز ہے اور حیلہ سلم کا اس لیے نہیں ہو سکتا کہ سلم میں مسلم فیہ کا وقت عقد سے ختم تک بازار میں پایا جانا شرط ہے۔

۲۔ پھل نکل آنے کے بعد بیع جائز ہے اگر قابل انتفاع ہو تو اتفاقاً ورنہ اختلافاً۔

۳۔ اگر کچھ ظاہر ہوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوا اس کو امام فضلی نے جائز کہا ہے۔

۴۔ بعد بیع کے بائع نے مشتری کو پھل کے درخت پر رہنے دینے کی اجازت دے دی صراحۃً یا دلالۃً تو پھل حلال رہے گا۔

۵۔ اگر بائع اس اذن سے پھر جاوے تو بعض کے نزدیک مشتری بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔

۶۔ جو پھل تھوڑا تھوڑا آتا ہو جیسے امرود تو بعض کے ظاہر ہونے کے بعد بیع درست ہے۔

۷۔ اسی طرح گلاب وغیرہ کے پھولوں کا بھی حکم ہے کہ بعض کا ظاہر ہو جانا کافی ہے اور اگرچہ احکام مذکورہ میں سے بعض میں اختلاف بھی ہے مگر ابتلاء عام میں گنجائش ہے۔

ضمیمہ مضمون بالا

اس ثمار کے متعلق ہمارے ضلع میں ایک رسم ہے کہ بائع ثمار مشتری سے ثمن کے علاوہ ایک مقدار خاص سے کچھ ثمر لینا بھی ٹھیر لیتا ہے۔ مثلاً پختگی پر ہم اتنے وزن سے ثمر کھاریا اتنی تعداد سے ثمر اپنے بھی تم سے لیں گے اور وہ اس کو منظور کر لیتا ہے اور وقت پر دے دیتا ہے کبھی یکبارگی اور کبھی متفرق کرکے اور اس میں نزاع و اختلاف بھی اکثر نہیں ہوتا اور کبھی پھل کی پیداوار میں کمی ہو جاتی ہے اور بعض بائع اس مقدار میں بھی کمی کر دیتے ہیں اور اس کو اصطلاح میں جنس کہتے ہیں۔ پس یہ مسئلہ بھی قابل بحث ہے۔ سو ایک توجیہ تو اس کے جواز کی اس کو استثناء میں داخل کرنے سے محتمل ہے مگر یہ اس لیے صحیح نہیں کہ اس تقدیر پر مشتری فی الصورۃ بائع سے مطالبہ کر سکتا ہے کہ اپنا پھل غیر مبیع میرے مبیع پھل سے تقسیم کرکے متمیز کر دو اور وہ انکار نہیں کر سکتا اور بائع اس کو ایک وقت خاص تک اس کی حفاظت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا حالانکہ یہ عرف ورواج اور دستور کے خلاف ہے۔ اور ایک توجیہ یہ محتمل ہے کہ ثمن دو چیزوں کو کہا جاوے ایک تو روپے کی رقم دوسرا اتنا پھل۔ لیکن یہ اس لیے صحیح نہیں کہ ایک تو خود مبیع کے ایک جزو کو ثمن ٹھیرانا جائز نہیں دوسرے اس صورت میں ثمن وقت بیع کے مقدور التسلیم نہیں۔ پس یہ دونوں توجیہیں قواعد پر منطبق نہیں ہوتیں۔ مگر اس میں ابتلاء عام ہے اس لیے ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اس کو کسی کلیہ پر منطبق کرنے کی۔ سو احقر کے خیال میں یہ توجیہ آتی ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ بعد تکمیل بیع کے بھی تراضی متعاقدین سے ثمن میں بھی اور مبیع میں بھی زیادت بھی جائز ہے اور حط یعنی کمی بھی جائز ہے جیسا زیادہ سے خریدار کو کمیشن واپس کرنا جبکی

حقیقت معاوضہ ثمن ہے عام طور سے رائج ہے اسکا طریقہ اس کو حصہ مبیع میں داخل کیا جائے یعنی بیع تو ہو گئی کل کی مگر بیع میں یہ شرط ٹھیر گئی کہ مشتری اس قدر مبیع پھر بائع کو فلاں وقت واپس کر دیگا اور ہر چند کہ وقت کا شرط قرار دے اس پر کلام نہیں مگر لغت میں اس کی بھی تعریف ہے کہ جو وعدہ محض عقد میں ہو وہ لازم ہو جاتا ہے اس لیے اس کو لازم بھی کہا جاویگا۔ اب صرف اس میں دو شبہے رہ گئے ایک یہ کہ شاید اتنا پیدا نہ ہو۔ دوسرے اگر پیدا ہوگا تو ثمن کے اعداد متفاوت ہونے کے ایسی تعیین کیسے ہوگی ؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم اس کا التزام کر لینگے کہ یہ مقدار جنس کی اتنی ہونا چاہیئے کہ اس میں یہ شبہ نہ رہے اور تفاوت کا تدارک یہ ہے کہ وزن ہی کا وصف بیان کر دیا جاوے کہ بڑا ہو گا یا چھوٹا یا ملا جلا جس میں نزاع نہ ہو اور جہالت یسیرہ کا بہت جگہ تحمل کر لیا گیا ہے۔

درستی فساد عقد

اگر غلطی یا جہلاً کسی نے عقد ناجائز کا ارتکاب کر لیا ہو مثلاً پھل آنے سے پہلے بیع و شرا کر لیا ہو تو اس کی اصلاح اس طریقہ کر لینا واجب ہے کہ بعد پھل کے کھل جانے کے بائع و مشتری اس پہلے عقد کو زبانی فسخ کر کے دوبارہ خواہ اسی پہلے ثمن پر بیع و شرا کی تجدید کر لیں ایسا کرنے سے یہ بیع صحیح ہو جاوے گی اور اس لیے مشتری کو پھل اور بائع کو ثمن حلال ہو جاوے گا۔ اسی طرح پہلے بیع کے بعد دوسرے لوگ جو کچھ بھی وہ پھل حرام تھا اب ان کے لیے بھی حلال ہو جاوے گا۔ اگر بائع و مشتری اس میں غفلت کریں دوسرے مسلمانوں کو کہنا کر ایسی حالت میں

وغیرہ جیسے الفاظ کہلوالیں، حضرت عثمان بکر لیتا جگہ وسیع ہونے دشمن ہونے کی
مشکل ہوں اس میں تساہل و تساہل و کریہ خونریزی فتنت میں سلسلہ علم کرانے کا
بڑی فتنہ تک پہنچا ہے۔

اسباب القحط والغلاء

یعنی مہنگائی اور قحط کے اسباب

(وقال السعدی مشیرا الی بعضہا)

ابر ناید از پئے منع زکات

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث طویل میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "نہیں کیا کم کسی قوم نے ناپ اور تول کو مگر مبتلا ہوئے قحط سالی اور سخت مشقت میں اور نہیں بند کی کسی قوم نے زکوٰۃ اپنے مال سے مگر محروم کیے گئے بارش آسمانی سے اور اگر بہائم نہ ہوتے تو بالکل بارش نہ ہوا کرتی" الحدیث اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "نہیں کم کیا کسی قوم نے ناپ اور تول کو مگر روک لیا اللہ تعالیٰ نے اُن سے بارش کو" الحدیث ... امام احمد نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا ہے کہ

لہ یہ مقولہ سعدی گلستان سعدی میں مرقوم ہے ۱۲ منہ

سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے "نہیں کوئی قوم کہ زنا ہو ان میں زنا مگر پکڑے جاویں گے قحط میں" الحدیث (من علاج الغضب والوبا) اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ "نہیں کیا کم کسی قوم نے ناپ اور تول کو مگر قطع کیا گیا ان سے رزق" الحدیث۔ روایت کیا اس کو مالک نے (من المشکوٰۃ باب تغیر الناس) ان احادیث سے اسباب قحط و گرانی و امساک باران و کمی رزق کے یہ معلوم ہوئے:- نمبر ۱۔ ناپ تول میں کمی کرنا نمبر ۲۔ زکوٰۃ نہ دینا۔ نمبر ۳۔ زنا کرنا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو البتہ کشادہ کر دیتے ہم ان پر برکتیں آسمان سے اور زمین سے (سورۃ اعراف پارہ ۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور مطلق تقویٰ میں کمی کرنا سبب ہے پیداوار اور بارش آسمانی اور زمینی کی کمی کا جب اسباب اس کے مشخص ہو گئے تو علاج اس کا ان اسباب کا ازالہ ہے یعنی ایمان کی درستی تمام معاصی سے توبہ و استغفار کرنا خصوص حقوق العباد میں کوتاہی کرنے سے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے اور زنا اور اس کے مقدمات سے کہ وہ بھی بحکم زنا ہی ہیں جیسے بری نگاہ کرنا نامحرم سے باتیں بقصد لذت کرنا اس کی آواز سے لذت حاصل کرنا خصوص گانے بجانے سے چنانچہ حق تعالیٰ نے صریحاً بھی اس کو علاج فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار سے پہلے (اعمال سیاہ سے) استغفار کرو پھر (اعمال صالحہ سے) اس کی طرف متوجہ ہو وہ تم پر بارش کو بڑی کثرت سے بھیجے گا (پارہ ۱۲ رکوع ۴) اب اکثر لوگ بجائے ان اسباب اصلیہ کے اسباب طبعیہ کو مؤثر سمجھ کر علاج مذکور کی طرف توجہ نہیں کرتے اور صرف حکایت شکایت کا بازار ایسے ترقی دیتے ہیں گو کہ تبلیغ کا شغل رکھتے ہیں جو محض اضاعت وقت ہے ہم اسباب طبعیہ کے منکر

نہیں مگر اس کی وجہ اسباب اصلیہ کے سامنے ہیا ہے جیسے کسی باغی کو حکم شاہی گولی سے ہلاک کیا گیا دوسرا دیکھنے والا اصلی سبب یعنی قہر سلطانی کو سبب نہ کہے اور طبعی سبب یعنی صرف گولی کو سبب کہے حالانکہ اس طبعی سبب کے استعمال کا سبب وہی سبب اصلی ہے مگر جو شخص اس کو دیکھے گا وہ بغاوت سے پرہیز نہ کرے گا۔ گولی کا توڑ تجویز کرے گا جو کہ اس کی قدرت سے خارج ہے سو کیا یہ غلطی نہیں ہوگی۔ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے۔

فروع

نمبر ۱: بعض لوگ امساک باراں کے لیے کچھ تعویذ لکھ کر آسمان کے نیچے رکھتے ہیں۔

نمبر ۲: بعض جگہ بچوں سے اسلم میں چندہ کے طور پر کچھ جنس و نقد جمع کر کے کھانا پکوا کر تقسیم کرتے ہیں۔

نمبر ۳: بعض جگہ ان مچھلیوں سے بھی استسقاء میں دعا کرتے ہیں اور نماز استسقاء پڑھتے ہیں۔ سو امر اوّل کو تو تاثیر میں کالعدم ہے اور اگر مجہول الحقیقت ہو تو بوجہ عدم جواز مضر ہے۔ اور امر ثانی نافع ہے مگر ناکافی ہے اور اگر قواعد شرعیہ کے موافق نہ ہو جیسا چندہ جمع کرنے میں وجاہت سے کام لیا یا تقسیم میں اپنے نفس کو یا اپنے اہل خصوصیت کو بدون حاجت یا حد سے زیادہ حاجت دوسرے مساکین پر مقدم رکھنا اور اہل اثر کا اس میں مالکانہ تصرف کرنا جیسا کہ یہ امور مشاہد ہیں تو برعکس اور زیادہ مضر ہے۔ امر سوم بدلیل ورود سنت کافی ہے

مگر چونکہ صرف صورت پر کفایت نہ کی جاوے بلکہ صورت کے ساتھ معنی اور مدح کی بھی جمع کیا جاوے اور مدح اس دعا و استغفار کی استدلال ہے چنانچہ حصن حصین میں جو دعا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے استغفار کی وارد ہے اس میں ما رسل اسمہ عیناً طرز سے قبل یہ جملے ہیں: ... نستغفرک لما قدمنا استغفر الخ للعالمین من ذنوبنا وعیوبنا ... حسن عوام خطایانا۔ پھر بعد اس کو مغفرت فرمایا گیا ہے جس سے ضرورت جمع واضح طور پر ثابت ہے۔

اسباب البلاء والوباء

یعنی وباؤں اور مصیبتوں کے اسباب

(وقال الروی مشیراً الی بعضها)

وقنا اللہ وبا ندرجات

ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنہیں ظاہر ہوئیں بے حیائی کی باتیں کسی قوم میں حتے کہ کھلم کھلا کرنے لگیں۔ مگر مبتلا ہوں گے طاعون میں اور ایسی بیماریوں میں کہ جو اُن کے باپ دادوں میں کبھی نہ ہوئی ہوں گی۔" اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلہ اس کتاب کا مسودہ پہلی مرتبہ میں لکھا گیا ۱۳۲۰ھ

نے کہ نہیں ظاہر ہوا کسی قوم میں زنا مگر ظاہر ہوگئی اس میں موت یعنی وباء الحدیث۔ اور مالک
بن وہب نے عبدالرحمٰن سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جب ظاہر ہوتا
ہے سود اور زنا کسی بستی میں حکم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی ہلاکت کا۔ صحیح مسلم میں
حدیث ہے کہ ڈھانک دیا کرو برتن کو اور بند کر دیا کرو مشکیزہ کو کیونکہ سال بھر میں ایک
شب ہوتی ہے کہ اُس میں وبا نازل ہوتی ہے۔ جس برتن یا مشکیزہ پر اُس کا گزر
ہوتا ہے جو کہ ڈھکا ہوا اور بند نہ ہو اُس میں وہ وباء داخل ہو جاتی ہے (حسن علاج
لقطہ الوباء) اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ نہیں ظاہر ہوا زنا کسی
قوم میں مگر کثرت سے ہونے لگی اُن میں موت الحدیث۔ اس کو مالک نے روایت کیا (مشکوٰۃ
باب تغیر الناس) ان احادیث سے اسباب طاعون و امراض وبائیہ اور مطلق وباء اور ہلاکت
جان بالموت یا بالقتل یا ہلاکت مال بالقحط یا بالنہب کے یہ معلوم ہوئے۔

نمبر ۱:- زنا اور مطلق کثرت فحش جس میں لواطت کے مقدمات اور امرد پرستی
سب داخل ہیں۔

نمبر ۲:- سود کا لین دین۔

نمبر ۳:- برتنوں کا شب کو کھلا رہنا۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ پس نازل کی ہم نے اُن ظالموں پر (یعنی بنی
اسرائیل پر) ایک آفت سماوی (یعنی طاعون کما فی التفاسیر) اس وجہ سے کہ وہ عدول
حکمی کرتے تھے (اور پلید دیگر قریب نصف) اس آیت سے معلوم ہوا کہ مطلق نافرمانی
بھی سبب ہوتا ہے طاعون کا۔ جب اسباب مشخص ہو گئے تو علاج اس کا ان اسباب
کا ترک ہے۔ یعنی فرمانبرداری کا عمل اور معاصی کا ترک کرنا اور ہر نافرمانی سے توبہ استغفار

کرنے خصوصاً فحش مثل زنا و مقدمات زنا و لواطت و مقدمات لواطت مثل نظر بد و تلذذ بالکلام وغیرہ سے اور سود کے لینے دینے سے اور یہ تدبیر دفع بلا کی ہے اور مانع بھی اور شب کے وقت بہ تضرع دعا مانگنا اور یہ تدبیر صرف حافظ اور مانع ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے صریحاً بھی اس تدبیر کو علاج فرمایا ہے کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ و اعمال سیئہ سے استغفار کرو پھر (اعمال صالحہ سے) اس کی طرف متوجہ ہو وہ تم کو وقت مقرر (یعنی ختم عمر) تک خوش عیشی دے گا۔ یعنی اسباب پریشانی و بلیات سے محفوظ رکھے گا۔ اب اکثر لوگ بجائے ان اسباب اصلیہ کے اسباب طبعیہ کو موثر سمجھ کر علاج مذکور کی طرف توجہ نہیں کرتے اور صرف حکایت و شکایت یا تعویذ و اعمالات یا سب و شتم حکام و رعایا کا شغل رکھتے ہیں جو محض اضاعت وقت ہے ہم اسباب طبعیہ کے منکر نہیں مگر اس کا درجہ اسباب اصلیہ کے سامنے جیسا کہ اس کے قبل باب الاعتقاد والتقلید کے مضمون میں بھی لکھا گیا ہے ایسا ہے جیسے کسی باغی کو بحکم سلطان گولی سے ہلاک کیا گیا۔ اور مراد دیکھنے والا اصلی سبب یعنی حکم سلطانی کو نہ دیکھے اور طبعی سبب یعنی صرف گولی کو سبب سمجھے حالانکہ اس طبعی سبب کے استعمال کا سبب وہی سبب اصلی ہے جو شخص اس کو نہ سمجھے گا وہ بغاوت سے پرہیز نہ کرے گا گولی کا تدارک تجویز کرے گا جو کہ اس کی قدرت سے خارج ہے۔ سو کیا یہ غلطی نہ ہوگی یہی حالت ہم لوگوں کی ہے۔

فروع

نمبر ۱: بعض لوگ دفع یا حفظ وبا و بلا کے لیے بستی کو چھوڑ کر خواہ اس نواح میں یا دوسرے بلاد میں منتقل ہو جاتے ہیں یہ امر سبب حافظ و دافع کا استعمال کرتے ہیں۔

نمبر ۲:- بعض لوگ جو پہلے سے اسلم ہیں تعویذ الباب ہے یا اعتاق میں جیاں
اُڑیاں کرتے ہیں یا آدمیوں پر اور بعضے جانوروں ! مثلاً چیلوں وغیرہ کے گوشت
وغیرہ تصدق کرتے ہیں یا کسی بکرے وغیرہ پر کسی خاص طریقے سے کچھ دعا پڑھ کر اس کو
ذبح کرکے باہم گوشت تقسیم کرکے کھاتے ہیں یا سورۂ تغابن وغیرہ پڑھا کرتے ہیں یا
علاوہ ازاں زمانے کے زاہدوں میں پکار پکار کر کہتے ہیں۔

نمبر ۳:- بعضے جو ان چیلوں سے بھی اصلح ہیں دعا کرتے ہیں اور بزرگوں سے
دعا کراتے ہیں۔ سو امر اول تو تاثیر میں جس حد تک عام لوگوں کا زعم ہے کہ اس کو مؤثر حقیقی
غیر متخلف سمجھتے ہیں اس درجہ میں کالعدم ہے ہاں باذن اللہ تعالیٰ مع احتمال التخلف
اثر ثابت ہے اور اگر مؤثر حقیقی سمجھے یا دوسری بستی میں منتقل ہو جاوے یا حرام دوا
استعمال کرے تو بوجہ معصیت ہونے کے مضر اور سبب غضب حق ہے اور امر
ثانی کے اجزاء بجز حصہ دیگر یعنی زائد از ضرورت کے خلاف سنت ہے باقی اجزاء
نافع ہیں مگر ناکافی ہیں اور اگر قواعد شرعیہ کے موافق نہ ہوں مثلاً جانوروں کو ذبح
پر مقدم کرنا یا گوشت پکا کی تخصیص کا اعتقاد کرنا یا یہ سمجھنا کہ اس گوشت میں بلا
لپٹی ہوئی ہے یا مساکین کی تقسیم کے لیے اسی طرح چندہ جمع اور خرچ کرنا جیسا کہ
مضمون سابق کے فروع نمبر ۱ میں ذکر ہوا ہے تو برعکس اور زیادہ مضر ہے اور
ازاں علاوہ صحت کا غیر مشروع ہونا مدلل و مفصل امداد الفتاویٰ جلد سوم صفحہ ۱ میں مذکور
ہے اور امر ثالث بدلیل حدیث لا یرد القضاء الا الدعاء کافی ہے مگر جبکہ صرف صورت پر کفایت
نہ کی جاوے بلکہ صورت کے ساتھ معنی اور روح کو بھی جمع کیا جاوے اور روح اس
دعا کی توجہ الی اللہ و ترک معاصی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

ان اللہ لا یستجیب الدعاء عن قلب لاہ۔ اور ایک بھی حدیث میں ہے کہ ایک شخص
کا لباس و طعام وغیرہ سب حرام ہے اور وہ دُعا کرتا ہے۔ فانّٰی[۱] یستجاب لہ
جس سے ضرورت جمع و منع طور پر ثابت ہوتی ہے۔

لطیفہ:- اس مضمون میں اور مضمون سابق میں ایک عجیب رعایت ہے کہ ایک مضمون کے ہر جزو کے محاذات میں دوسرے مضمون کا ایک ایک جزو واقع ہے کہیں تقابل کے ساتھ کہیں تشاکل و تماثل کے ساتھ چنانچہ باہم تدبر سے یہ رعایت معلوم کر کے حظ ہوگا۔

بعض[۲] المسایل العشریہ

اطلاع

جہاں لفظ عشر آویگا عشر و نصف عشر دونوں کو عام ہوگا۔

نمبر ۱:- عشر و نصف عشر ارض عشریہ میں جس کی تعریف عنقریب آتی ہے کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے نہ اس میں کوئی نصاب شرط ہے نہ قرض وغیرہ مانع ہے نہ اخراجات زراعت کے اس میں منہا کیے جاتے ہیں البتہ جو لوگ کسی خاص حصہ پیداوار پر زراعت میں کام کرتے ہیں ان کے حصہ کا عشر خود اُن کے ذمے ہے۔

نمبر ۲:- نابالغ بچوں و مجنون کی زمین میں بھی عشر واجب ہے

نمبر ۳:- ارض وقف میں بھی عشر واجب ہے۔

---

[۲] وہ ظاہر کردہ فی رسالہ زکوٰۃ للفریدی فی ثبات الارض ۱۲ منہ
[۱] تو کیونکر دعا ایسے کی قبول کی جاتی ہے گی۔ ۱۲ منہ

نمبر ۴:- جو پیداوار ایسی ہو جس سے آمدنی حاصل کرنا مقصود ہو عشر واجب ہوگا ہے
خواہ غلہ ہو خواہ پھل۔ پس کھیت اور باغ دونوں میں واجب ہے۔

نمبر ۵:- مقدار عشر کی تفصیل یہ ہے کہ جس کی آبپاشی بارش سے ہوتی ہو۔
اس میں دسواں حصہ پیداوار کا واجب ہے اور جس کی آبپاشی چاہ سے یا نہر کے
خریدے ہوئے پانی سے ہوتی ہو اس میں بیسواں حصہ واجب ہے اور اگر دونوں طرح
ہوتی ہو تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر دونوں طریقے مساوی ہوں تو بعض کے
نزدیک بیسواں حصہ اور بعض کے نزدیک عشر کا تین ربع یعنی چالیس میں سے تین واجب ہیں۔

نمبر ۶:- خوید وغیرہ جو کاٹ لی جاتی ہے اس میں بھی عشر واجب ہے اور
جو بعد تیاری غلہ کے بھوسہ نکلتا ہے اس میں واجب نہیں۔

نمبر ۷:- جب پھل قابل اطمینان ہو جاوے اس وقت کے حساب سے عشر ہے۔

نمبر ۸:- تیاری سے پہلے جس قدر خرچ کریگا ان سب کا حساب یاد رکھے۔
اس کا بھی عشر دینا پڑیگا۔

نمبر ۹:- اگر پھل توڑنے سے پہلے یا کھیت کاٹنے سے پہلے کسی آفت غیر
اختیاری مثل برف یا غرق یا حرق وغیرہ سے پھل یا غلہ ہلاک ہو جاوے عشر ساقط ہو جاتا
ہے اور اگر چوری ہو جاوے یا بیجا خرچ کیا جاوے اس سے ساقط نہیں ہوتا۔

نمبر ۱۰:- پکنے سے پہلے کھیت بیچ ڈالا تو اس کا عشر مشتری کے ذمہ ہے اور
اگر پکنے کے بعد بیچا تو بائع کے ذمہ ہے یہی حکم پھل کا ہے۔

نمبر ۱۱:- جو زمین اجارہ پر دی جاوے اس کا عشر بقول صاحبین کہ
مفتی بہ ہے کاشتکار کے ذمہ ہے کہ وہ پیداوار کا مالک ہے اور اگر مزارعت

یعنی بٹائی پر ہے تو مالک زمین و کاشتکار دونوں کے ذمہ ہے اپنے اپنے حصہ میں۔

نمبر ۱۲:۔ عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے یعنی مساکین جو اصول و فروع میں سے اور ہاشمی و زوجین اور دونوں زوجہ نہ ہو۔

نمبر ۱۳:۔ عشری زمین وہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اس کو فتح کیا تھا اس وقت تک برابر وہ مسلمان ہی کی ملک میں چلی آئی ہو خواہ بسبب میراث یا بروئے خرید یعنی درمیان میں غیر مسلم کی ملک نہ آئی ہو اور جو ایسی نہ ہو وہ خراجی کہلاتی ہے۔

نمبر ۱۴:۔ خراج کی دو قسم ہیں ایک موظف کہ اس کا لگان ایک مقررہ مقدار ہے مثلاً ۵ فی بیگہ یا کم و بیش۔ دوسرا خراج مقاسمہ کہ پیداوار کا کوئی حصہ کسی خاص نسبت سے لیا جاتا ہے مثلاً نصف یا ثلث وغیرہ۔

نمبر ۱۵:۔ خراجی زمین میں خراج واجب ہوتا ہے۔

نمبر ۱۶:۔ لیکن خراج موظف تو قدرت انتفاع زراعت سے واجب ہوتا ہے باوجود امکان زراعت کے اگر زمین کو معطل چھوڑے رکھیگا یہ خراج واجب ہو جاویگا۔ البتہ جب قدرت زراعت کی نہ ہو تب ساقط ہو جاتا ہے اور خراج مقاسمہ مثل عشر کے اُس وقت واجب ہوگا جب واقع میں پیدا بھی ہو۔

نمبر ۱۷:۔ اگر مسلمان کسی غیر مسلم سے زمین خریدے وہ خراجی ہوگی۔

نمبر ۱۸:۔ اگر مسلمان کسی غیر مسلم کے ہاتھ عشری زمین بیچ ڈالے تو وہ بھی خراجی ہو جاوے گی۔

نمبر ۱۹:۔ خراج کے مصارف مصالح عامہ ہیں اور علماء و مدرسین و مفتیین و طلبہ کی خدمت بھی ان میں داخل ہے۔

نمبر ۲۰:- عشر اور خراج دونوں ایک زمین پر واجب نہیں ہوتے۔

نمبر ۲۱:- خراجی زمین سے عشر نہ نکالا جائے گا۔

نمبر ۲۲:- اسی طرح جس زمین میں عشر واجب ہے اگر اس سے خراج لیا جاتا ہو تو عشر ساقط نہ ہوگا جس طرح مال تجارت سے انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔

نمبر ۲۳:- خراج موظف یا اجارہ مالک زمین کے ذمہ ہے کاشتکار کے ذمہ نہیں۔ البتہ خراج مقاسمہ کا حکم مثل عشر کے ہے۔

نمبر ۲۴:- اگر خراجی زمین کا محصول بادشاہ وقت کی طرف سے معاف ہو تب بھی اگر وہ خراج موظف ہے تو وہ مالک زمین کے ذمے رہے گا آگے اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ شخص خراج کا مصرف ہے مثلاً مفتی ہے مدرس ہے واعظ ہے تو اس کو اپنے صرف میں لانا جائز ہے اور اگر مصرف نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ مصرف میں اس کو پہنچا دے۔ مدارس اسلامیہ کا مد چندہ اس کے لیے بہت مناسب ہے البتہ اگر انتفاع بالارض پر قدرت نہ ہو تو خراج ساقط ہے اسی طرح خراج مقاسمہ میں تفصیل ہے۔

نمبر ۲۵:- اور اگر یہ معلوم نہ ہونے کے اس کے محصول کے مقدار کی تعیین میں کوئی دشواری ہو تو اس کے قرب و جوار کی اراضی غیر معافی کا محصول معتبر ہے۔

نمبر ۲۶:- اراضی وقف کا بھی عشر یا خراج پیداوار سے نکال کر بقیہ کو مصارف میں صرف کیا جاوے گا۔

تنبیہ

ارضِ خراجی میں خراج کا حق شرعی ہونا اب تک احقر کو بھی محقق نہ تھا اب اس تحقیق کے بعد زمینداروں کے متعلق یہ امر خصوصیت کے ساتھ قابل تنبیہ و اہتمام ہے کہ اس کے خراج کا قریب ڈیڑھ آنہ فی روپیہ سے اندازہ کر کے مدارس اسلامیہ میں پہنچا دیا کریں ورنہ اس کے ذمہ یہ حق شرعی واجب رہے گا اور عشر کے حق شرعی ہونے سے بے خبری یا انکار یہ تو غفلت و غلطی عظیم ہے ۔

ضمیمہ

فی ردالمحتار تحت قول الدرالمختار یجب العشر ما نصہ ثبت ذلک بالکتاب والسنۃ والاجماع والمعقول ای یفرض لقولہ تعالٰی وآتوا حقہ یوم حصادہ فان عامۃ المفسرین علی انہ العشر ونصفہ بینہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما سقت السماء ففیہ العشر وما سقی بغرب او دالیۃ ففیہ نصف العشر ھ ۔ ثبت ایضاً لقولہ تعالٰی یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض الآیۃ ۔ اس عبارت میں تصریح ہے کہ یہ عشر فرض ہے مثل زکوٰۃ کے قرآن سے اور حدیث سے اور اجماع سے اور قیاس سے اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس میں کوتاہی یا غفلت کرنا کیسی چیز ہے ۔

احکام المرض

نمبر ۱ : بعضے لوگ بخار وغیرہ کو برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں مثلاً برا کم بخت مرض ہے وغیرہ سو یہ ناجائز ہے حدیث میں ہے کہ ام سائب نے

جو شخص بخار کو برا کہتا، آپ نے فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو وہ بنی آدم کے گناہوں کو دور
کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

نمبر ۲: اسمائے الٰہیہ اور ادعیہ ماثورہ سے جھاڑ پھونک بھی جائز ہے حدیث میں
عام امراض کے واسطے یہ معمولات وارد ہیں: الف: مریض پر دم بنا ہاتھ
پھیرنا جاوے اور یہ پڑھے: اذهب البأس رب الناس اشف وانت الشافي لا شفاء الا
شفاؤك شفاء لا يغادر سقما روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ ب: قل اعوذ
برب الفلق و قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کرنا روایت کیا اس کو مسلم نے۔
ج: تکلیف کے موقع پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے مسلم کی روایت میں یوں ہے۔
بسم الله تین بار اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد واحاذر۔ د: یہ دعا
پڑھنا بھی مسلم کی روایت میں آیا ہے یعنی پڑھ کر دم کرے: بسم الله ارقيك من كل
شيء يؤذيك من شر كل نفس او عين حاسد الله يشفيك بسم الله ارقيك
ہ: بخار کے لیے یہ آیت بھی لکھی جاتی ہے: قلنا يا نار كوني بردا وسلما على ابراهيم
اور باری کے بخار کے لیے یہ آیت: بسم الله مجريها ومرسها ان ربي لغفور رحيم۔
و: یہ دعا بھی ابو داؤد اور ترمذی میں آئی ہے: اسأل الله العظيم رب العرش
العظيم ان يشفيك سات مرتبہ۔ ز: بخار اور دوسرے امراض کے لیے یہ دعا ترمذی میں
ہے: بسم الله الكبير اعوذ بالله العظيم من شر كل عرق نعار ومن شر حر النار۔

نمبر ۳: اگر تعویذ میں کوئی آیت لکھنا ہو تو باوضو لکھنا چاہیے اور اس کو
باوضو ہاتھ میں لے البتہ جس کاغذ پر وہ آیت لکھی ہے اگر وہ دوسرے کاغذ میں لپیٹ دیا
جاوے تو بے وضو اس کو ہاتھ میں لینا درست ہے۔

نمبر ۴:- اسی طرح اگر تشتری وغیرہ میں آیت لکھی جاوے تو اس کے احکام
بھی مثل نمبر ۳ کے ہیں۔

نمبر ۵:- بیماری سے تنگ نہ ہو حدیثوں میں اس کے یہ منافع ہیں:۔
الف: گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے سونا بھٹی سے صاف ہو کر نکلتا ہے
روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ ب: بیماری میں جو عبادت غیر فریضہ ناغہ ہو جاوے
صحت ہی کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے روایت کیا اس کو شرح سنہ میں۔ ج: جب
اللہ تعالیٰ کو کوئی مرتبہ دینا ہوتا ہے جس کے لیے بندہ کے اعمال کافی نہیں ہوتے تو
اللہ تعالیٰ اس کے جسم یا اولاد یا مال کو کسی بلا میں مبتلا کر دیتے ہیں پھر صبر دیتے ہیں
جس سے وہ اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے روایت کیا اس کو احمد و ابوداؤد نے۔
د: گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور آئندہ کے لیے نصیحت ہو جاتی ہے روایت کیا
اس کو ابوداؤد نے پس بیماری میں عبرت حاصل کر کے آئندہ کے لیے اعمال کی اصلاح کرے
ہ: مرض میں مریض کی دعا مثل ملائکہ کے قبول ہوتی ہے تو مریض سے دعا کرانا بہتر ہے
(اگر ہو سکے بار بار ہو) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

نمبر ۶:- بعض لوگ ذرا تکلیف میں نماز چھوڑ دیتے ہیں یا فرائض بیٹھ کر پڑھنے
لگتے ہیں، اول کا گناہ ظاہر ہے ثانی بھی بدون سخت تکلیف کے جائز نہیں۔ اسی
طرح بلا عذر تیمم درست نہیں، اسی طرح سنتوں کا ترک کرنا بھی بلا عذر درست
نہیں البتہ خفیف عذر سے سنتیں بیٹھ کر پڑھ لے تو مضائقہ نہیں۔ بعضے کپڑوں
کے یا بستر کے ناپاک ہونے سے نماز چھوڑ دیتے ہیں مگر یوں نہ چاہیئے۔ البتہ اگر بدلنے میں
بھی سخت تکلیف ہو تو ویسے ہی نماز پڑھ لے۔

تنبیہ: بعض مسکرات جو بنتی ہے جو شرعاً نجس ہے وہ لوگ برتن کو منہ لگا کر کلی کرتے ہیں۔ سو اس طرح کلی کرنے سے برتن ناپاک ہو جاتا ہے چاہیئے کہ اس برتن سے چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر ہاتھ پاک کرے یہ مختصر احکام تحفہ متعلق مرض ہے۔

خلاصہ رسالہ نصح الاخوان فی صروف الزمان [۱]

یعنی مصیبتوں کے اسباب اور ان کا صحیح علاج

(جس میں متعلق حوادث کے اسباب عمل اور بعض انقلابات عظیمہ کے اسباب خصوصاً اور ان کے معالجات و تدبیرات شرعیہ مذکور ہیں) خلاصہ اس مضمون کا ایک آیت اور ایک حدیث ہے۔ آیت یہ ہے۔ ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون۔ ترجمہ: "ظاہر ہو گئی خرابی خشکی میں اور دریا میں بسبب لوگوں کے اعمال (بد) کے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجاویں۔" اور حدیث یہ ہے: من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔ ترجمہ: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ایسی چیز کو ترک کر دے جس میں کچھ فائدہ نہ ہو۔ آجکل عام مصائب کے غلبہ سے مثل قحط و وبا و طاعون و امراض و ناداری و تنازع و تقاطع جو کچھ لوگوں کو پریشانی ہے اور خصوصاً متعدد دولتوں کے باہمی آویزش کے آثار کے تصدیہ سے تمام معاملات و تعلقات آنا تغیر

---

۱ یہ رسالہ تحفۃ الامداد بابت ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں شائع ہوا ہے ۱۲ منہ

انفسیر جو اوپر ہے وہ مشاہد ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے بھائیوں نے اس کا اصل لم جو کہ اوپر کی آیت میں مذکور ہے نظر انداز کر کے جس کا نتیجہ توبہ و استغفار و اصلاح اعمال و شغل آخرت ہوتا بقول مولانا العارف الرومیؒ یہ ہے

؎ گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند   آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
بے خبر بودند از حال دروں   استعیذ اللہ مما یفترون
دید از زاریش کو زار دل ست   تن خوش ست و او گرفتار دل ست
عاشقی پیداست از زاری دل   نیست بیماری چو بیماری دل

اس کی اصل تدبیر سے جو کہ اوپر مذکور ہے (یعنی توبہ و استغفار و اصلاح اعمال و شغل آخرت) غفلت کی اور لایعنی قصوں میں مشغول ہو گئے جس سے اوپر کی حدیث میں ممانعت آئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

؎ ہر چہ کردند از علاج و از دوا   رنج افزوں گشت و حاجت ناروا

یعنی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ مختصر فہرست ان لایعنی امور کی یہ ہے جن میں نا واقف مشغول ہیں اور جس کو وہ ان پریشانیوں کا علاج سمجھتے ہیں۔
بعض شب و روز اخباروں کا تذکرہ اور مشغلہ رکھتے ہیں۔ آج کل کے اکثر اخباروں میں جو کچھ دینی خرابیاں ہیں وہ بقدر کفایت رسالہ اخبار بینی میں مذکور ہوئی ہیں جس پر بعض ایڈیٹروں نے بہت غل مچایا تھا مگر واقعات نے مشاہدہ کرا دیا کہ در حقیقت اخباروں میں انہماک رکھنے والے حدود شرعیہ سے عموماً متجاوز ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کا ایک نمونہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے "کسی کے معاملے میں خواہ مخواہ دخل اور مشورہ دینا خواہ کوئی پوچھے یا نہ پوچھے حتیٰ کہ سلطنتوں کے معاملات میں فضول اوراق سیاہ کیے جاتے ہیں

جن کا کوئی مقصد بجز اشتعال اور جولانی فکر کے نہیں۔ اس کا ضرر بھی کسی حدیث میں حدیث ذیل میں مذکور ہوا ہے۔ یہ وہی حدیث ہے جو حضرت مولانا کی تمہید میں مذکور ہے یعنی من حسن اسلام المرء ! یہ تو وقت ہے جب بعض فضول باتوں کی حد تک ہو اور یہی فضولیات گزر کر ضرر تک نوبت پہنچ جاتی ہے مثلاً کوئی خبر غلط شائع کر دی یا کسی خبر کو تغیر کے ساتھ نقل کر دی یا باوجود عدم تغیر اُس سے کوئی خطرناک نتیجہ اپنی طرف سے نکال کر ناظرین یا سامعین کے خیالات کی تشویش کا سبب اُس کو بنا دیا جس کے مذموم ہونے کو حق تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے اور گویا یہ آیت ایسے اخبارات کے نتائج کا پورا فوٹو ہے وہ یہ ہے: وإذا جاءهم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا به ولو ردوه إلى الرسول و إلى أولي الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم الآية۔ ترجمہ اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی بابت امن یا خوف کی خبر پہنچتی ہے تو اُس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اُس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں اُن کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو اُن میں اُس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔

نمبر ۱۷: بعض لوگ گو کوئی رائے قائم نہیں کرتے مگر ایسے امور کا بیجا چرچا کر کے اہل حکومت کو بھی پریشان کرتے ہیں اور اپنے کو یا دوسرے اپنے بھائیوں کو بدگمانی کا شکار بناتے۔ بقول سعدیؒ:-

نہ بینی کہ گاوے در علف زار بیالاید ہمہ گاوان دہ را

نمبر ۱۸: بعض اخبار علانیہ حکومت پر خردہ گیری اور اُس کے خلاف کی خفیہ تدبیر یا در سازش کرتے ہیں اس خردہ گیری کے جو نتائج ہیں ظاہر ہے کہ ایسا شخص جو ہر طرح حکومت کے دائرہ میں مقید ہو کسی طرح ان نتائج کا متحمل نہیں ہو سکتا تو پھر اس پر لازم

کرنا صریح مخالفت کرنا ہے حدیث ذیل کی: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ قیل یا رسول اللہ وکیف یذل نفسہ قال یتعرض من البلاء لما لا یطیقہ رواہ الترمذی ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو زیبا نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اپنے کو کس طرح ذلیل کرے فرمایا کہ ایسی بلا کو اپنے اوپر لا دے جس کی برداشت کی اسکو طاقت نہ ہو۔" اور سازش کی ایسی حالت میں کہ حکومت کے ساتھ معاہدہ قائم ہے سراسر غدر اور بدعہدی ہے جس کا حرام ہونا شریعت محمدیہ میں صریح ہے۔ اسلامی تعلیم تو یہاں تک ہے کہ اگر حکومت کی جانب سے کوئی تکلیف بھی پہنچے تب بھی حکام کے لیے بددعا میں مشغول ہونے تک کی اجازت نہیں چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الامارۃ کی یہ آخری حدیث ہے: عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول انا اللہ لا الہ الا انا مالک الملوک وملک الملوک قلوب الملوک فی یدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکہم علیہم بالرحمۃ والرافۃ وان العباد اذا عصونی حولت قلوبہم بالسخطۃ والنقمۃ فساموہم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوک ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم (رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں تمام بادشاہوں کا مالک ہوں اور سب بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں اور بیشک بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں میں ان کے بادشاہوں کے دلوں کو مہربانی اور شفقت کے ساتھ ان پر پھیر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے دلوں کو غصہ اور انتقام کیساتھ پھیر دیتا ہوں پس وہ ان کو سخت تکلیف پہنچاتے ہیں پس تم اپنے کو بادشاہوں کیلئے

بندہ عاجز نے بیعت لگاؤ لیکن اپنے کو ذکر اللہ اور نیاز مندی میں لگاؤ کہ یہ سب تمہارے لیے کافی ہو جائیگا
روایت کیا اس کو ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں۔ "تذکیر" عنوان بالا کے شروع میں جو آیت منقول ہے
اس کے آخری جملہ لعلہم یرجعون سے جس طرح اس رجوع و توبہ کا ان مصائب کے لیے
غایت و حکمت ہونا ثابت ہوتا ہے اسی مضمون کے ختم پر جو حدیث ابھی منقول ہوئی ہے
اس سے اس توبہ و رجوع کا علاج و تدبیر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ اس کے
ترجمے پر جو اس کے ساتھ لکھا گیا ہے ظاہر ہے پس خلاصہ تعلیم اسلامی کا ایسی حالت کے
متعلق یہ ہوا کہ منشاء ان کلفتوں اور مصیبتوں کا اپنے اعمال سیئہ کو سمجھ کر دعا و استغفار و
ذکر اللہ و اصلاح اعمال و اشتغال طاعات میں مشغول ہوں اور کوئی امر قوم یا ملک یا ملوک
کے ساتھ خلاف شرع نہ کریں اور اعمال سیئہ کا سبب مصائب ہونا اور اعمال صالحہ و دعا و ذکر و
استغفار کا ان کے لیے علاج ہونا اگر مفصلاً معلوم کرنا ہو تو بندہ کے رسائل ذیل کا مطالعہ
فرمایا جاوے :۔ علاج القحط والوبا۔ جزاء الاعمال۔ الاستبصار۔ اخبار الزلزلہ۔ زور الکرم
اختتم کے و بہا الہدی کو فی ہذا الابیات۔ ابر ناید از پے منع زکوٰۃ۔ وز زنا افتد وبا اندر جہات۔
ہر چہ بر تو آید از ظلمات و غم۔ آن ز بیباکی و گستاخی ست ہم۔ غم چو بینی زود استغفار کن۔
غم بامر خالق آمد کار کن۔ و ہذا آخر الکلام فی ہذا المرام ؛

(یہاں تک رسالہ فتح الاخوان کا خلاصہ ختم ہوا)

مشورہ :۔ المکام المنصوص بالشہوہ کی مزید تفصیل کیلئے ماثبت بالسنہ مترجم اردو و اصلاح الرسوم
کتاب یکمل اور بہشتی زیور کا حصہ ششم ملاحظہ فرمالیں۔ انتعلیم واضح ہے فقط۔

تمت بالخیر

کتبہ : مشتاق احمد
۸ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ